جملہ حقوق غیر محفوظ

نام کتاب : موجودہ معاشرہ میں نکاح بوجھ کیوں؟

مصنف : مولانا غیاث احمد رشادی

صفحات : ......۵۸......

تعداد اشاعت : ایک ہزار

کمپیوٹر پروسس : محمد مجاہد خان، رشادی کمپیوٹر سنٹر، واحد نگر، قدیم ملک پیٹ، حیدر آباد

قیمت : Rs.10/-

ناشر : مکتبہ سبیل الفلاح ایجوکیشنل اینڈ ویلفیر اسوسی ایشن، رجسٹرڈ ۶۷۵

16-9-408/P/45، واحد نگر، قدیم ملک پیٹ، حیدر آباد۔ 36، انڈیا

فون: 30909889، ای۔میل: maktabasabeelulfalah@yahoo.com

ملنے کے پتے

۱) مکتبہ سبیل الفلاح ایجوکیشنل اینڈ ویلفیر اسوسی ایشن، رجسٹرڈ ۶۷۵
16-9-408/P/45، واحد نگر، قدیم ملک پیٹ، حیدر آباد، انڈیا۔ 36

۲) ھدیٰ دستی بیوٹرس، پرانی حویلی روڈ، حیدر آباد

۳) حسابی بک ڈپو، مچھلی کمان، حیدر آباد

۴) کمرشیل بک ڈپو، چار مینار، حیدر آباد

۵) ہندوستان پیپر ایمپوریم، مچھلی کمان، حیدر آباد

۶) رشادی بک ڈپو، مسجد باگ سوار، میجسٹک، بنگلور

۷) ہمالیہ بک ڈپو نا مپلی حیدر آباد

۸) حافظ عبد الرحیم امام مسجد صالحین چنچل گوڑہ

فہرست مضامین

- پہلی بات
- نکاح کی اہمیت
- منگنی
- اسلامی منگنی کا نمونہ
- منگنی کے وقت موجودہ رسومات
- منگنی کے بعد شادی میں تاخیر
- کفو
- استخارہ بھی کر لیجئے
- چند اہم دعائیں
- پیام پر پیام
- نکاح میں جلدی
- ایک نظر دیکھ لینا چاہیے
- نکاح سے قبل بے تکلفی
- نکاح کا اعلان
- تاریخ کا تعین
- کارڈ چھپوائی
- بارات کی حقیقت
- آتشبازی
- حضرت فاطمہؓ کی منگنی
- حضرت فاطمہؓ کا جہیز
- حضرت فاطمہؓ نکاح
- حضرت فاطمہؓ کی رخصتی
- مہر کی حقیقت
- فاطمہؓ ! تم میرے دل کا ٹکڑا ہو
- مہر ادا کرنے میں کوتاہیاں
- مہر کی دو قسمیں
- جہیز کی رسم
- گھوڑے جوڑے کی رسم
- گھوڑے جوڑے کی رسم کے اثرات
- امام ضامن
- سہرا باندھنا غیر اسلامی عمل
- ویڈیو گرافی ایک ناسور
- غیرت اور حیاء کہاں چلی گئی
- ویڈیو گرافی کا حکم
- ویڈیو گرافی اور فتوی
- نکاح مسجد میں
- خطبہ نکاح سے غفلت
- وقت کی ناقدری
- نکاح کے بعد مبارک باد اور دعاء
- جلوہ
- نکاح کو آسان بنائیے
- نکاح کی مختلف رسمیں
- ولیمہ کیوں؟
- ولیمہ میں کوتاہیاں
- دعوتیں اور موجودہ فیشن
- چوتھی
- جمعگی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پہلی بات

تاریخِ اسلام سے واقف حضرات اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں کہ رسول رحمت ﷺ کے اس دنیا کی تشریف لانے سے پہلے عرب کی قوم کن حیا سوز اور گھناونے رسوم و رواج کے بوجھ تلے دبی ہوئی تھی اور کن کن ہولناک اوہام وخرافات کے پھندے میں پھنسی ہوئی تھی۔

رب رحیم نے رسولِ رحمت ﷺ کو اس قوم کی طرف بھیجا اور آپ ﷺ نے اس قوم پر سے وہ بوجھ اُتارا جو ان پر لدا ہوا تھا اور وہ ساری بندشیں کھول دیں جن میں وہ جکڑے ہوئے تھے، قرآن مجید کی اس آیت نے آپ ﷺ کے اس عمل عظیم کی گواہی یوں دی۔

وَيَضَعُ عَنۡهُمۡ اِصۡرَهُمۡ وَالۡاَغۡلٰلَ الَّتِىۡ كَانَتۡ عَلَيۡهِمۡ ۔ (اعراف)۔

اور وہ (رسول ﷺ) ان پر سے وہ بوجھ اُتارتے ہیں جو ان پر لدے ہوئے تھے اور وہ بندشیں کھولتے ہیں جن میں وہ جکڑے ہوئے تھے۔

سیرت کی کتابیں اس حقیقت کی کافی گواہ ہیں کہ رسولِ رحمت ﷺ نے سارے غلط عقائد، غلط طریقِ عبادت اور ناپاک رسوم و رواج کو مٹا کر پاکیزہ انسانوں کا ایک صالح معاشرہ قائم فرمایا جس کا اثر اُمتِ محمدیہ کے باشعور افراد پر آج بھی باقی ہے اور تادمِ قیامت آپ کی اس مفید رہبری کا اثر انشاء اللہ باقی رہے گا، لیکن افسوس ہوتا ہے مسلم قوم کے ان افراد پر جن کا ضمیر ابھی بیدار ہی نہیں ہوا اور جنہوں نے جان بوجھ کر یا نادانی اور غفلت کی وجہ سے باجود اُمتِ محمدیہ میں ہونے کے دین وشریعت کی واضح تعلیمات سے منہ موڑ لیا اور جاہلانہ اور تباہ کن رسموں اور حیا سوز رواجوں کے شکنجہ میں اپنے آپ کو دے دیا، اس طرح اپنے ایمان کو پامال کیا اور اپنی معشیت کو تباہ کرلیا۔

آج وہی نادان طبقہ زندگی کے ہر گوشہ میں انہی تباہ کن رسموں پر نہ صرف عمل پیرا ہے بلکہ ان رسومات کی ادائیگی کو باعثِ ثواب بھی سمجھتا ہے اور اس طبقہ کے پاس ایک ہی لنگڑی

دلیل یہ ہے کہ ہمارے آباء واجداد اور خانان سے یہی رسومات چلے آرہے ہیں حالاں کہ ایک مومن اور سچے اُمتی کیلئے نہ خاندان معیار رہے اور نہ زمانہ کی رفتار، بلکہ اس کیلئے سب سے بڑا معیار سنتِ رسول ﷺ ہے۔

یوں تو ان رسومات کا تعلق پیدائش سے لے کر موت تک کے تمام مراحل سے ہے تاہم نکاح کے موقع پر جو رسومات جڑ پکڑے ہوئے ہیں وہ دیگر تمام رسومات کے مقابلہ میں اپنا ایک الگ مقام رکھتے ہیں، ان رسومات وخرافات کو دیکھ کر بار بار دل میں آیا کہ نکاح پر ایک کتابچہ تحریر کروں، حسنِ اتفاق کہ رفیق محترم حافظ شریف احمد مظہری صاحب ناظم جامعہ مظاہر العلوم ،گلبرگہ نے ایک ملاقات میں مجھ حقیر کو اس جانب متوجہ فرمایا اور حکم دیا کہ اس بارے میں مفصل کتابچہ تحریر کروں، ان کا اخلاص ہی تھا کہ یہ مختصر کتاب منظر عام پر آرہی ہے، اللہ تعالیٰ اس محنت کو قبول فرمائے اور اَلدَّالُّ عَلَی الْخَیْرِ کَفَاعِلِه کے مصداق حافظ محترم کو بھی اس کا اجر ملے۔

عاجز وعاصی

غیاث احمد رشادی

ماہ صفر المظفر ۱۴۱۹ھ

نکاح کی اہمیت

یہ ایک فطری حقیقت ہے کہ عفت وعصمت اورشرم وحیا انسانیت کی جان ہے، انسان کی عزت اوراس کا وقاراس کی عفت وعصمت ہی پر موقوف ہے، یہی وہ صفت ہے جس سے انسان ہرقسم کی برائیوں سے محفوظ رہتا ہےاسی لئے رسولِ رحمت ﷺ نے فرمایا:

اِذَا لَمْ تَسْتَحْیِ فَاصْنَعْ مَاشِئْتَ

جب تم حیا نہ کروتو جو چاہو کرو۔

عفت وعصمت کو چاک کرنے میں عموماً نفسانی خواہشات ہی ذریعہ بنتے ہیں، اسی لئے اسلام نے خواہشات نفس کے بارے میں اعتدال کو پسند فرمایا اور اخلاقی حدود کو سامنے رکھتے ہوئے باقاعدہ طور پر نکاح کرنے کا حکم دیا:

فَانْکِحُوْا مَا طَابَ لَکُمْ مِّنَ النِّسَاءِ ۔ الخ

جب کہ دیگر مذاہب نے یا تو تفریط سے کام لیا یا افراط کا شکار ہوگئے، اس قسم کی ناپاک نظیریں ہمارے سامنے موجود ہیں۔

اور جب بعض صحابہ کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ دینی زندگی اور روحانی واخلاقی ترقی کیلئے ضروری ہے کہ وہ دنیاوی اور مادی تعلقات سے کنارہ کش ہوجائیں اور صحابہ کرام کے ان خیالات کی اطلاع رسولِ رحمت ﷺ کو ہوئی تو آپ ﷺ نے ان کے ان راہبانہ خیالات کو سخت ناپسند فرمایا اوراعلان فرمایا کہ رہبانیت طریقہ نبوت اور دین اسلام کے خلاف ہے، نیز آپ نے یہ بھی فرمادیا کہ:

اَلنِّکَاحُ مِنْ سُنَّتِیْ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ . (بخاری و مسلم)

نکاح میری سنت ہے جو شخص اس سے منہ موڑتا ہے اور میرے طریقہ سے روگردانی کرتا ہے اس سے میرا کوئی تعلق نہیں۔

نکاح ایک ایسا مضبوط رشتہ ہے کہ ایک بار قائم ہوجانے کے بعد جب تک آدمی خود سے نہ توڑے یہ رشتہ ازخود قیامت تک نہیں ٹوٹتا۔اسی لئے فقہاء نے لکھا ہے کہ:

حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوئی ہو اور پھر وہ جنت تک ساتھ چلی جائے سوائے نکاح اور ایمان کے۔

نکاح انبیاء اکرام علیہ السلام کی ایک ایسی سنت ہے جس کا سلسلہ بدستور چلا آیا ہے اور قیامت تک یہ سلسلہ چلے گا۔

اگر انسان کے پاس ساری نعمتیں ہوں، مال اور دولت، روپیہ پیسہ، سونا چاندی اور عزت وشہرت سب کچھ ہوں لیکن اگر اس انسان سے لفظ 'نکاح' نکال لیا جائے تو پھر زندگی کی معنویت ہی ختم ہوجائے گی۔ نکاح ہی وہ مضبوط معاہدہ ہے جس کی بنیاد پر خاندانی نظام چل رہا ہے اور اسی نکاح کی بدولت سارے رشتوں کی بنیاد قائم ہے، اسی ازدواجی تعلق کی بنیاد پر ایک عورت کسی کی بیوی بن کر گھر کی ملکہ بن جاتی ہے، کسی کی ماں بن کر اولاد کیلئے سرور کا ذریعہ بن جاتی ہے، پھر چلتے چلتے کسی کی نانی، کسی کی پھوپی اور کسی کی دادی بن جاتی ہے اور اسی طرح ایک مرد اسی ازدواجی تعلق کی بنیاد پر کسی کا شوہر بن کر گھر کا سارا نظام چلاتا ہے، کسی کا باپ بن کر اس کی سرپرستی کرتا ہے، کسی کا دادا اور کسی کا نانا، کسی کا ماموں اور کسی کا چچا بن جاتا ہے۔

غور کیجئے کہ یہ سارے رشتے آخر کس بنیاد پر قائم ہیں اگر ان رشتوں سے لفظ ''نکاح'' کو نکال دیجئے، کتنے رشتے ٹوٹ جاتے ہیں اور کتنے رشتے مٹ جاتے ہیں۔

یہی وہ نکاح ہے جس کے ذریعہ دو اجنبی خاندان ایک ہوجاتے ہیں۔ اسی نکاح کی بنیاد پر کئی مرد وعورت، چھوٹے بڑے، مالدار اور غریب بغیر کسی امتیاز کے ایک ہی صف میں داخل ہوجاتے ہیں۔ جس کے نتیجہ میں وہ سب ایک دوسرے سے خوش خلقی، محبت والفت، ہمدردی وغمگساری کا برتاؤ کرتے ہیں۔ اگر یہ کہا جائے تو یقیناً مبالغہ نہ ہوگا کہ انسانوں کو آپس میں ملانے والا سب سے بڑا سلسلہ دنیا میں نکاح ہی ہے۔

ان تمام حقائق کو سامنے رکھنے کے بعد اب سوچئے کہ کیا رہبانیت اختیار کرنے اور سنیاس لے لینے یا نکاح جیسے مہذب طریقہ سے ہٹ کر کسی اور طریقہ کو اختیار کر لینے سے ایسا صالح

معاشرہ اور اتنی بہترین سوسائٹی اور ایسا پاکیزہ ماحول پیدا ہوسکتا ہے؟ جواب ایک ہی ہے، نہیں! ہرگز نہیں۔

منگنی

جب یہ حقیقت کھل کر سامنے آگئی کہ نکاح ہی وہ جامع طریقہ ہے، جس میں سرور بھی ہے اور سکون بھی، عفت وعصمت بھی ہے شرم وحیاء بھی، عزت ووقار بھی ہے تہذیب وتمدن بھی، اتفاق واتحاد بھی ہے امن وسلامتی بھی، ہمدردی وغمخواری بھی ہے، محبت والفت بھی، مضبوط تعلق بھی ہے، اور عمدہ اخلاق بھی، عقلاً محبوب بھی اور عملاً مقبول بھی تو پھر ایک عقل مند انسان اس اعلیٰ وارفع طریقے سے منہ نہیں پھیر سکتا۔

اب سوال یہ ہے کہ اگر کوئی کسی سے نکاح کرنا چاہے تو اس کی ابتداء کس طرح ہو۔ ظاہر ہے کہ ایک مرد اور عورت کو زندگی بھر ایک دوسرے کے ساتھ زندگی گزارنا ہے، یہ کوئی وقتی مسئلہ نہیں ہے کہ جس کو یوں ہی طے کردیا جائے بلکہ یہ ایک مضبوط معاہدہ ہے، اس لئے اسلام نے ابدی تعلق کو قائم رکھنے کیلئے سب سے پہلی تعلیم یہی دی کہ ایک ایسی چیز کو پیشِ نظر رکھا جائے جو خود بھی ابدی ہو اور وہ ہے دین داری۔

جس طرح نکاح کا رشتہ دائمی ہے اسی طرح ایمان بھی دائمی ہے، اسی لئے جب کوئی کسی سے نکاح کرے گا تو انتخاب کے موقع پر دین ہی کو بنیاد بنا کر رشتہ کرے گا۔

مذہبِ اسلام میں شادی کا پیغام دینے کی آسان شکل اور سادہ صورت یہی ہے کہ جس عورت سے کسی مرد کا یا جس مرد سے کسی عورت کا رشتہ کیا جارہا ہو ان کی شکل وصورت، مال و دولت، خاندان، دین واخلاق کے بارے میں ان کے سرپرست یا خود لڑکا یا لڑکی معلومات فراہم کرلیں تاکہ بعد میں افسوس نہ ہو اور تحقیق نہ کرنے کا اثر آپسی تعلقات پر نہ پڑے۔ لڑکوں کے بارے میں معلومات تو بآسانی حاصل ہوجاتے ہیں، لیکن لڑکیوں کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی صورت یہ ہے کہ چند عورتوں کو بھیج کر ان کی صورت، سیرت، دین واخلاق کے

بارے میں دریافت کرلیا جائے پھر جب اطمینان ہوجائے تو بات آگے بڑھائی جائے اور رشتہ مضبوط کرلیا جائے۔اس بارے میں رہبر کامل حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تُنْكَحُ الْمَرْاَةُ لِاَرْبَعٍ لِمَالِهَا وَ لِحَسَبِهَا وَ لِجَمَالِهَا وَ لِدِيْنِهَا فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّيْن

عورت سے چار وجوہ سے نکاح کیا جاتا ہے۔کبھی تو اس کی خوبصورتی کی وجہ سے، کبھی اس کے مالدار ہونے کی وجہ سے، کبھی اس کے خاندان کی وجہ سے اور کبھی اس کی دینداری کی وجہ سے۔

صرف صورت یا صرف حسب یا صرف دولت کو نہ دیکھو بلکہ پہلے دین داری کو دیکھو۔ صورت معیارِ انتخاب اس لئے نہیں کہ وہ ڈھلتی ہوئی دھوپ ہے، آج اچھی ہے کل کو بگڑ جائے گی۔دولت کو عروج بھی ہے اور زوال بھی، آج کا امیر کل فقیر بن جاتا ہے اور کل کا فقیر اگلے دن امیر بن جاتا ہے، اور ظاہری عزت اور حسب وغیرہ، یہ تو انسان کے اپنے اندر کے جوہر نہیں ہیں آدمی کو کبھی عزت مل جاتی ہے اور کبھی ذلت، کبھی لوگوں میں اس کا وقار رہتا ہے اور کبھی تو وہ لوگوں کی نگاہوں میں مجروح ہوجاتا ہے۔اب ایک ہی مفید صورت رہ جاتی ہے کہ نکاح دین کی بنیاد پر کیا جائے گا، جس طرح دین ابدی ہے اسی طرح دین کی بنیاد پر جب مرد اور عورت ایک جگہ ہوتے ہیں تو ان کی محبت بھی دوامی اور ابدی ہوتی ہے اور دین دار مرد اپنی بیوی کے حقوق کو ادا کرے گا اور دین دار بیوی اپنے شوہر کے حقوق پہچانے گی اور انہیں ادا کرنے کی حتی المقدور کوشش کرے گی، اور جب تک حقوق ادا کرنے کا سلسلہ جاری رہے گا زندگی میں تلخیاں پیدا نہ ہوں گی۔اس لئے جب بھی کسی لڑکے یا لڑکی کے نکاح کی بات شروع ہوگی جس کو عرف میں ''منگنی'' سے تعبیر کیا جاتا ہے تو مذکورہ فرمانِ رسول ﷺ کو سامنے رکھا جائے۔

اسلامی منگنی کا نمونہ

حضور ﷺ نے حضرت فاطمہ ؓ کا نکاح فرمایا، نہ اس میں منگنی کی رسم تھی، نہ مہندی کی

رسم۔ منگنی کی سادہ شکل یہ تھی کہ ایک مرتبہ حضرت علیؓ حضور ﷺ کی مجلس میں چپ آکر بیٹھ گئے اور شرم کی وجہ سے زبان نہ ہلا سکے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ مجھے خبر ہوگئی ہے کہ تم فاطمہؓ کا پیغامِ نکاح لے کر آئے ہو، سو مجھ سے حضرت جبرئیل علیہ السلام کہہ گئے ہیں کہ خدا کا حکم ہے کہ علیؓ سے فاطمہؓ کا نکاح کر دیا جائے۔ یہ کہہ کر حضور ﷺ نے اس رشتہ کو منظور فرمالیا، بس منگنی ہوئی، اس موقع پر کسی بھی رسم کا اہتمام نہیں ہوا۔

اگر لڑکے والے دور دراز مقام سے لڑکی کی منگنی کیلئے آئیں تو شرعی طور پر گفتگو ہو جانے کے بعد اس خیال سے کہ یہ لوگ دور سے آئے ہیں، مہمانی کے طور پر ان کو ایک آدھ بار دعوت دی جائے تو اس میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ منگنی سے پہلے یا بعد دونوں حالتوں میں مہمانی کی نیت سے کھلانا درست ہے۔

منگنی کے وقت موجودہ رسومات

منگنی کے موقع پر انتہائی سادگی کا خیال رکھا جائے، خواہ مخواہ اس موقع پر فضول خرچی نہ کی جائے، اس موقع پر مختلف گھرانوں اور مختلف علاقوں میں مختلف قسم کی رسمیں زندہ ہیں جن میں سے بعض رسمیں مشرکانہ بھی ہوتی ہیں، جن میں سے چند رسموں کی نشاندہی ہم کرتے ہیں تاکہ ان سے بچنے میں سہولت ہو۔

بعض علاقوں میں بیڑے کی رسم ہوتی ہے، باقاعدہ منگنی کی رسم کے نام سے ایسی ایسی رسمیں انجام دی جاتی ہیں جو بے حیائی اور بے پردگی پر مبنی ہوتی ہیں اور ساتھ ہی ان کا تعلق ہندوؤں کی رسومات سے ہوتا ہے۔

بات چیت کے موقع پر شمالی ہندوستان میں لڑکے والے مٹھائی بھیجتے ہیں اور لڑکی والے اس کے بدلے میں کچھ سبزی، پھل اور نقد رقم دے دیتے ہیں۔

جنوبی ہندوستان میں مختلف جگہوں میں مختلف رسمیں ہوتی ہیں۔

ہم نے بعض علاقوں میں یہ دیکھا کہ منگنی کی بات چیت ہو رہی ہے اور اس موقع پر بیجا

رسمیں انجام دی جارہی ہیں اوراس وقت محلّہ اور خاندان سے وابستہ لوگ باقاعدہ سر پرٹوپی پہن کراور اگرٹوپی نہ ہوتو سرپردستی لگا کراوراسی مجلس میں عورتیں بھی سر پر پلوڈال کرانتہائی احترام کے ساتھ ایسی رسموں میں شریک ہیں کہ انہیں دیکھ کرایسے محسوس ہوتا ہے کہ یہ کوئی عبادت کررہی ہیں، ان رسموں کے انجام دیتے ہوئے وہ اس طرح باادب ہوجاتی ہیں کہ گویا کوئی مقدس فریضہ انجام دے رہی ہیں حالانکہ اس رسم کے موقع پر دولہا اور دلہن کے متعدد رشتہ دار اس طرح ایک دوسرے میں گڈمڈ ہوجاتے ہیں کہ گویا وہ سگے بھائی بہن ہیں، جبکہ وہ سب عموماً ایک دوسرے کیلئے نامحرم ہوتے ہیں اور ظاہر ہے کہ نامحرموں کا ایک جگہ بغیر پردہ کے ایک جگہ جمع ہونا اوران رسوم کا ادا کرنا حرام ہے اور حرام کوعبادت سمجھ کر کرنا آدمی کے ایمان کومتزلزل کردیتا ہے۔

بہرحال اس قسم کی رسموں کے بُرے ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے، اس قسم کی رسمیں اسلامی تہذیب کے بالکل خلاف ہیں اور اگراس میں ناپاک عقائد کا دخل ہوتو یہ رسمیں ایمان کے منافی بھی ہیں، ہرمومن ومسلمان کوان باطل رسوم ورواج سے دور رہنا ہے اورانہیں اپنے پیروں تلے روند دینا ہے اور اپنے گھروں سے ان رسموں کو نکال باہر کرنا ہے اور یہ اعلان کردینا ہے کہ ہماراان رسموں سے کوئی تعلق نہیں، ہمارے آباء واجداد کی غلط فہمیوں اور غلط صحبتوں نے ہمارے خاندانوں کو یہ ناپاک رسمیں دی ہیں جن کا ہمارے مذہب سے کوئی تعلق نہیں اور اگر ان رسموں سے بچنے کی کوئی تلقین کررہا ہےتو اس پر غصہ ہونے اوراس کو اپنے خاندان سے جدا کرنے کے بجائے اس کا شکریہ ادا کرنا چاہئے کہ اس نے ان پر احسان کیا ہے کہ حقیقی دین کے نقشہ کو پیش کیا ہےاور ہندوانہ رسوم سے انہیں بچایا ہے۔

منگنی کے بعد شادی میں تاخیر

یہ بات تو قطعاً درست نہیں ہے کہ بچپن ہی میں کسی بچے کا کسی بچی سے رشتہ کردیا جائے اور منگنی کردی جائے ،محبت وعقیدت کی بنیاد پر یا مستقبل میں کسی غیر معمولی صورتحال کے پیش

آجانے کے خوف سے لوگ اپنی کم سن لڑکیوں کا رشتہ اپنے ہی خاندان کے کسی لڑکے سے یا کسی دوسرے خاندان کے لڑکے سے کردیتے ہیں یہ صورت ہر اعتبار سے نامناسب ہے، اس لئے کہ ماں باپ اس قسم کا معاملہ طئے کر چکے ہوتے ہیں اور ان دونوں (لڑکا اور لڑکی) کے جوان ہونے کے بعد دونوں کے خیالات وجذبات میں نمایاں فرق ظاہر ہوتا ہے اور اس فرق کی وجہ سے یہ دونوں کامیاب ازدواجی زندگی گزارنے کے اہل نہیں ہوتے، ہم نے کئی نوجوانوں کو دیکھا ہے کہ وہ اپنے ماں باپ کے قبل از وقت کے اس فیصلہ پر وہ نالاں ہوتے ہیں اور ماں باپ کی شکایت اپنے دوست واحباب سے کرتے ہیں کہ بچپن ہی میں ہمارا رشتہ کردیا گیا تھا جب کہ مجھے یہ رشتہ اب پسند نہیں ہے وغیرہ وغیرہ، اس قسم کی صورتیں خصوصاً دیہاتوں میں پیش آتی ہیں، اس کے علاوہ ایک صورت یہ بھی عموماً ہر طرف ہوتی ہے جس میں شہری اور دیہاتی سب برابر کے شریک ہیں کہ منگنی پہلے کردیتے ہیں اور شادی کے بارے میں غیر معمولی تاخیر کرتے ہیں بس رشتہ ہوچکا ہوتا ہے اور صاحبزادے تعلیم کے حاصل کرنے میں مصروف ہیں جب تعلیم مکمل ہوگئی تو شادی کردی جائے گی یا خلیجی ممالک یا امریکہ میں رہتے ہیں جب وہ وہاں سے آئیں گے تو شادی کردی جائے گی چاہے برسوں حصول تعلیم میں یا روزگار کے حاصل کرنے یا باہر سے آنے میں لگ جائیں۔

شرعاً تو اس قسم کا معاملہ ممنوع نہیں ہے مثلاً یہ کہ جب لڑکی کی منگنی ہوجاتی ہے تو منگنی کے وقت ہی میں سارے ہی لوگوں کو بڑے اہتمام سے دعوت دیکر مشہور کردیا جاتا ہے کہ یہ لڑکی فلاں سے منسوب ہے پھر اس منگنی اور شادی کے درمیان کافی طویل فاصلہ ہونے کی وجہ سے دولہے اور دلہن والوں کے درمیان مختلف قسم کی باتیں ہوتی رہتی ہیں اور لوگ بھی اپنے مفاد کے خاطر دونوں کے درمیان دراڑ پیدا کرنے کی کوشش میں مصروف رہتے ہیں جس کی وجہ سے دونوں کے درمیان تلخیاں بڑھ جاتی ہیں اور نتیجہ میں رشتہ ٹوٹ جاتا ہے اور ادھر لوگ بھی اس لڑکی کی طرف اس وجہ سے پیغام نہیں دیتے کہ اس کا تو رشتہ ہوچکا ہے یا اگر معلوم بھی ہوجائے کہ یہ رشتہ ٹوٹ چکا ہے تو محض اس گمان سے اس لڑکی کی طرف پیغام نہیں بھیجتے کہ

کوئی نقص اور کمزوری اس میں ضرور ہوگی جس کی وجہ سے دولہے والوں نے اس رشتہ کو منسوخ کردیا ہوگا، یہ سمجھ کرلوگ اس لڑکی کی طرف اپنا پیغام نہیں بھیجتے، انہیں الجھنوں میں وہ لڑکی گھلتی رہتی ہے اور بعض مرتبہ یہی چیزیں لڑکی کی خودکشی کا ذریعہ بھی بن جاتی ہیں۔ (اللّٰھُمَّ احْفَظْنَا مِنْہُ)۔

اس لئے احتیاط کا تقاضا تو یہی ہے کہ جہاں تک ممکن ہو رشتہ طئے ہوجانے کے بعد جلد از جلد نکاح کردیا جائے ''جھٹ منگنی پٹ بیاہ'' والا محاورہ بھی اسی لئے تو کافی مقبول اور زبان زد ہے کہ اس کے فائدہ زیادہ ہیں، منگنی کے بعد نکاح کے منعقد کرنے میں بہت زیادہ تاخیر ہونے سے ہونے والے میاں اور بیوی کے درمیان کے جذبات بھی سرد ہوجاتے ہیں، اس کے علاوہ ایک مرض لوگوں میں یہ بھی ہے کہ منگنی کے بعد نکاح بھی ہوجاتا ہے لیکن رخصتی نہیں ہوتی، جب نکاح ہوجائے تو پھر رخصتی میں تاخیر بے معنی ہے، خواہ مخواہ مختلف قسم کی رسومات کے ادا کرنے کیلئے درکار غیر معمولی رقم کے جمع ہونے کے انتظار میں لمبی مدت تک دولہا اور دلہن کو انتظار میں رکھنا اور الحمد للّٰہ کے ذریعہ اس بیوی کے اس کیلئے حلال ہونے کے باوجود اس کو اس سے دور رکھنا کہاں کی عقلمندی ہے؟۔

کفو

جس طرح مرد یا عورت کے انتخاب کے وقت دین داری کا لحاظ رکھا جائے گا اسی طرح چند دوسری چیزوں کا لحاظ رکھنا بھی ضروری ہے۔ تجربے سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر ان کا اس موقع پر بالکل خیال نہ کیا جائے تو میاں بیوی میں محبت اور مودت کی روح پیدا نہ ہوگی، میاں بیوی کے تعلقات کو خوش گوار رکھنے اور ان میں محبت و مودت پیدا کرنے کیلئے شریعت نے ایسے موقع پر یہ قید لگائی ہے کہ رشتہ قائم کرنے میں معاشی اور معاشرتی مناسبت اور برابری کا بھی لحاظ رکھا جائے۔ اس کے بغیر دونوں میں خوشگواری کا پیدا ہونا عموماً مشکل ہوتا ہے۔ نبی رحمت ﷺ نے فرمایا:

تخیرو النطفکم وانکحوا الا کفاء (ابن ماجه)

اپنے نطفہ کیلئے اچھے رشتہ کا انتخاب کرواور اپنے برابر والوں میں نکاح کرو۔

مرد وعورت کے درمیان ان چیزوں میں مناسبت ہونی چاہئے۔

(۱) کہ دونوں مسلمان ہوں۔

(۲) اور دونوں دیانت دار اور متقی ہوں، یعنی دونوں ذہنی اور عملی دونوں اعتبار سے مسلمان ہوں۔

(۳) دونوں مال میں برابر ہوں یعنی اگر لڑکی کسی مال دار گھر کی ہو تو حتی الامکان اس کا رشتہ کسی مفلس، بے صلاحیت کے ساتھ نہیں کرنا چاہئے، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ جب تک کسی لکھ پتی لڑکی کو کسی لکھ پتی کا لڑکا نہ ملے تو اپنی لڑکی کا نکاح ہی نہ کرے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ لڑکا مہر ادا کرنے اور اس کا خرچ متوسط انداز میں چلانے کی قدرت رکھتا ہو تو وہ مال دار لڑکی کا کفو ہو سکتا ہے۔

(۴) دونوں کا رہن سہن اور طرزِ معاشرت ایک طرح کا ہو۔ اس سے میاں بیوی میں مناسبت رہتی ہے اور بعض مرتبہ ہم پیشہ ہونے کی وجہ سے معاشی اعتبار سے بھی دونوں کو سہولت ہوتی ہے۔

استخارہ بھی کر لیجئے

جس اہم کام کا اِرادہ کیا جائے تو اس سے پہلے استخارہ کر لینا بہتر ہے، چوں کہ نکاح بھی ایک اہم معاملہ ہے اس لئے نکاح کیلئے بھی استخارہ کر لینا چاہئے۔ حضرت زینبؓ کو حضور ﷺ نے نکاح کا پیغام دیا تو حضرت زینبؓ نے عرض کیا لا حتی استشیر ربی نہیں! میں ابھی نکاح کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتی جب تک کہ اپنے رب سے مشورہ نہ کرلوں اور پھر حضرت زینبؓ نے استخارہ فرمایا:

استخارہ دراصل ایک دعاء ہے جس کے ذریعہ اللہ سے مدد طلب کی جاتی ہے، یعنی بندہ مومن اللہ تعالیٰ سے دعاء کرتا ہے کہ میں جو کچھ کروں اس کے اندر خیر اور بھلائی ہو، اور استخارہ اس شخص کیلئے فائدہ مند ہوتا ہے جو خالی الذہن ہو۔ اگر ذہن خالی نہ ہو تو جو خیالات ذہن میں بھرے ہوتے ہیں، ان ہی کی طرف دل مائل ہوتا ہے، اس لئے استخارہ سے پہلے

استخارہ کرنے والے کو خالی الذہن ہونا چاہئے۔استخارہ کرنے کے بعد یہ ضروری نہیں ہے کہ اس سے دل کا تردد دور ہوجائے اور ہم کو معلوم ہوجائے کہ یہ کام ہمارے لئے خیر ہے یا شر؟ بلکہ استخارہ کا بس یہی فائدہ ہے کہ اس کو اس کے بعد یہ تسلی ہوجاتی ہے کہ مجھ کو ضرور بھلائی ہی عطا ہوگی۔

بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ استخارہ کیلئے رات کا وقت ضروری ہے،حقیت یہ ہے کہ استخارہ کی نماز کے بعد نہ سونا ضرری ہے اور نہ ہی رات کے وقت کی کوئی قید،کسی بھی وقت دو رکعت نفل نماز پڑھ کر استخارہ کی وہ مسنون دعاء پڑھ لی جائے جو معروف ہے اور تھوڑی دیر دل کی طرف متوجہ ہوکر بیٹھ جائے،اس طرح ایک دن میں جتنے بار چاہے استخارہ کرلے۔استخارہ کا یہ طریقہ نہیں ہے کہ پہلے جس اہم کام کو کرنا ہے اسی کا اِرادہ اورعزم کرلیا جائے پھر برائے نام استخارہ کرلے، بلکہ اِرادے سے پہلے استخارہ کرنا چاہئے پھر استخارہ کے بعد جس طرف دل میں رجحان پیدا ہوجائے وہ کام کرنا چاہئے۔

چند اہم دعائیں

دعاء چوں کہ تمام تر تدبیروں اور احتیاطوں سے بڑھ کر مفید ہے اور دنیوی ضروریات میں بھی دعاء مانگنے کا حکم ہے،اس لئے جب نکاح کا اِرادہ کرے تو اللہ تعالیٰ سے دعاء بھی کرلے اور اچھی سے اچھی تدبیر بھی اختیار کرے۔بندہ مومن ایک طرف تدبیر کرتا ہے تو دوسری طرف اپنی تدبیر میں کامیابی کیلئے اللہ تعالیٰ سے دعاء بھی کرتا ہے،جس کو تدبیر وتوکل کے ساتھ ساتھ دعاء کی توفیق بھی مل جائے وہ صاحبِ نصیب ہے۔اس لئے کہ نبی رحمت ﷺ نے اِرشاد فرمایا: جس شخص کو دعاء کی توفیق ہوگئی اس کیلئے قبولیت کے دروازے کھل گئے۔دوسری روایت میں ہے کہ جنت کے دروازے کھل گئے،لڑکے یا لڑکی کیلئے اچھے رشتے کا ملنا بہت بڑی نعمت ہے، اسی اچھے رشتہ کیلئے ماں باپ اور سرپرست فکرمند رہتے ہیں۔جو لوگ اچھے رشتہ کے طلب گار ہوں وہ ان دعاؤں کا اہتمام کریں۔

ربناھب لنا من ازواجنا وذریاتنا قرۃ اعین و اجعلنا للمتقین اماما (مناجات مقبول)

اے ہمارے رب! ہماری بیویوں اور اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطاء فرما اور ہم کو متقیوں اور پرہیزگاروں کا مقتداء کردیجئے۔

اللّٰھم انی اسئلک من صالح ما یؤتی الناس من المال والاھل والولد غیر ضال ولا مضل

اے اللہ میں سوال کرتا ہوں تجھ سے اچھی نیک چیز کا جو تو لوگوں کو دے، مال ہو یا بیوی یا اولاد کہ نہ گمراہ ہوں اور نہ گمراہ کرنے والے۔ اور برے رشتہ سے بچنے کیلئے اس دعاء کا اہتمام رکھیں۔

اللّٰھم انی اعوذبک من امراۃ تشیبنی قبل المشیب و اعوذبک من ولدیکون علی وبالا واعوذبک من مال یکون علی عذابا .

اے اللہ میں تیری پناہ چاہتا ہوں ایسی عورت سے کہ مجھے بوڑھا کردے بڑھاپے سے پہلے، اور پناہ چاہتا ہوں ایسی اولاد سے کہ میرے لئے وبالِ جان ہوں اور پناہ چاہتا ہوں ایسے مال سے کہ مجھ پر عذابِ جان ہو۔

صحیح رائے دیجئے

عموماً لوگ جب اپنے لڑکے یا لڑکی کے رشتہ کے بارے میں کسی لڑکی یا لڑکے کی بابت غور وفکر کرتے ہیں تو سب سے پہلے مختلف طریقوں سے تحقیق کرلیتے ہیں، یقیناً احتیاط کا تقاضا بھی یہی ہے کہ اس طرح تحقیق کرلی جائے۔ ظاہر ہے کہ کسی بھی لڑکے یا لڑکی کے بارے میں تحقیق کسی نہ کسی ذریعہ سے ہوتی ہے، عموماً لوگ لڑکی یا لڑکے سے ملنے جلنے والوں، رشتہ داروں، پڑوسیوں، دوستوں، سہیلیوں وغیرہ سے تحقیق کرلیتے ہیں اور ان سے مشورہ بھی لیتے ہیں، ایسے موقع پر جس سے تحقیق کی جائے یا مشورہ لیا جائے اس کا اخلاقی و دینی فریضہ یہ ہے کہ وہ اس لڑکے یا لڑکی کے بارے میں صحیح صحیح معلومات فراہم کرے اور اس میں کسی قسم کی کوئی کوتاہی نہ کرے اور نہ اپنے طرف مفاد کیلئے کوئی ایسی بات ان کی طرف منسوب کردے جو واقعتاً ان میں موجود نہ ہو۔ اس لئے کہ جس سے مشورہ طلب کیا جاتا ہے وہ امانت دار ہوتا ہے، نبی رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

المستشار مؤتمن جس سے مشورہ کیا جاتا ہے وہ امین ہوتا ہے۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ جس طرح جس کے پاس امانت رکھی جاتی ہے وہ اس کی حفاظت کرتا ہے، اسی طرح جس سے مشورہ لیا جائے اس کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ صحیح صحیح مشورہ دے، اگر اس لڑکی یا لڑکے میں کوئی عیب یا ہنر ہو تو اسے صاف صاف ظاہر کر دے۔ ایسے موقع پر لڑکی یا لڑکے کے عیوب کو جاننے کے باوجود چھپانا کوئی عقل مندی کی بات نہیں ہے۔
علماء نے لکھا ہے کہ شادی کے سلسلہ میں جس سے مشورہ کیا جائے وہ اگر اس لڑکے یا لڑکی کے واقعی عیوب کو ظاہر کرے گا تو یہ چیز غیبت میں داخل نہیں ہے۔

جو آدمی لڑکے یا لڑکی کے متعلقین میں سے کسی سے ان کے عیوب وغیرہ کی تحقیق کرے اور وہ ازراہِ ہمدردی اس لڑکے یا لڑکی کے واقعی عیوب ظاہر کر دیں تو تحقیق کرنے والے کو چاہئے کہ وہ لڑکی یا لڑکے والوں سے یہ نہ کہے کہ تمہارے ہی فلاں رشتہ دار نے یہ بات کہی ہے۔ اس سے ان کے آپس میں قطع رحمی پیدا ہوتی ہے اور خاندانی رقابتیں بڑھتی ہیں پھر امن وسکون ختم ہو جاتا ہے۔

جب کسی لڑکے یا لڑکی کے درمیان رشتہ کی بات چلتی ہے تو بعض لوگ حسد اور دشمنی کی وجہ سے پیام دینے والوں کے ذہن میں اس لڑکیا یا لڑکے کی بابت غلط باتیں منسوب کرتے ہیں اور مقصد صرف یہی ہوتا ہے کہ یہ رشتہ ٹوٹ جائے، یہ سخت گناہ کی بات ہے ایسے لوگوں کا شمار حقوق العباد کی حق تلفی کرنے والوں میں ہوتا ہے۔

پیام پر پیام

اگر کسی شخص نے کسی عورت سے نکاح کیلئے اپنا پیام دے دیا ہے تو جب تک کہ ادھر کا معاملہ ختم نہ ہو جائے۔ کسی دوسرے آدمی کیلئے درست نہیں کہ وہ اپنا پیام وہیں کیلئے دے، چوں کہ ایسی صورت میں پہلے پیام دینے والے کو تکلیف ہوتی ہے اور طبعی طور پر ناگواری ہوتی ہے، اور اس کا بھی شدید امکان رہتا ہے کہ آگے چل کر یہ معاملہ فتنہ کی شکل اختیار کر لے، اس لئے جب اس بات کا علم ہو جائے کہ فلاں لڑکی یا فلاں لڑکے کے رشتہ کی بات فلاں لڑکے یا لڑکی

سے چل رہی ہے تو درمیان میں مداخلت نہ کی جائے۔ حضور ﷺ نے اسی لئے فرمایا:

عن ابی هریرةؓ قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم لا یخطب الرجل علی خطبه اخیه حتی ینکح او یترك۔ (بخاری و مسلم)۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اِرشاد فرمایا کہ کوئی شخص ایسا نہ کرے کہ اپنے دوسرے بھائی کے پیام نکاح کے مقابلہ میں اپنا پیام دے تا کہ وہ نکاح کرلے یا چھوڑ دے اور بات ختم ہوجائے۔

نکاح میں جلدی

جس طرح قرآن مجید نے انسان کی بھوک اور پیاس کو مٹانے کیلئے ''کلوا واشربوا ولا تسرفوا'' کھاؤ اور پیو اور اسراف مت کرو' فرمایا اسی طرح انسان جب جوانی پر قدم رکھتا ہے تو فطری طور پر جن خواہشات کی تکمیل کا بشری تقاضا پیدا ہوتا ہے اس تقاضے کو پورا کرنے کا بھی قرآن مجید نے حکم دیا کہ:

فانکحوا ما طاب لکم من النساء

عورتوں میں تم کو جو پسند ہوں ان سے نکاح کرلو اور ساتھ ہی نکاح کے حدود بھی بیان کردیئے گئے کہ بہن، بھتیجی، ماں، بیٹی وغیرہ (جن کی تفصیل قرآن مجید میں بیان کی گئی) سے نکاح نہ کیا جائے۔

اور نکاح کی طاقت رکھنے کے باوجود نکاح نہ کرنے پر ہادی عالم ﷺ نے فمن رغب عن سنتی فلیس منی ''جو میری اس سنت سے اعراض کرے وہ مجھ میں سے نہیں ہے'' کے ذریعہ تنبیہ بھی فرمادی۔ نکاح ایک ضروری امر ہے جس طرح بھوک اور پیاس لگنے پر کھانے اور پینے میں جلدی کی جاتی ہے اور بھوک اور پیاس کی بے چینی کو دور کرنے کی فکر ہوتی ہے، اسی طرح جب نکاح کی ضرورت محسوس ہو تو نکاح میں بھی جلدی کرنی چاہئے، جو لوگ باوجود استطاعت کے نکاح سے اعراض کرتے ہیں وہ اس وعید میں آتے ہیں جس کی تفصیل پچھلے مضمون میں بیان کی گئی۔

آج کل نکاح میں تاخیر کرنے کا رواج ایک فیشن بن گیا ہے، ایک طرف لڑکا شادی کرنے میں تاخیر سے کام لیتا ہے تو دوسری طرف لڑکی والے بھی نکاح میں تاخیر کرنے کو ترجیح دیتے ہیں، تاہم دونوں کے نکاح میں تاخیر کے اسباب اور وجوہات الگ الگ ہیں، عموماً لڑکے کے نکاح میں تاخیر اس وجہ سے کی جاتی ہے کہ لڑکا بے روزگار ہے جب اپنے قدموں پر جم جائے گا تو نکاح کردیں گے، روزگار کے نام پر نکاح میں اتنی تاخیر کرنا کہ جوانی کی عمر ڈھل جائے تعلیمات رسول ﷺ کے خلاف ہے، اور لڑکی کے نکاح میں تاخیر عموماً اس وجہ سے ہوتی ہے کہ لڑکی والے چاہتے ہیں کہ شادی شان سے ہو، اکثر یہی دیکھا گیا ہے کہ ساز وسامان، زیور، فرنیچر، لڑکے کیلئے جوڑے کی رقم، موٹر، دعوت کیلئے رقم، شادی خانہ کا خرچ، مقام نکاح دور ہونے کی صورت میں سفر کے اخراجات، لڑکی کیلئے بیسیوں جوڑوں کی رقم، ان تمام اسباب کی تیاری میں برسوں گزر جاتے ہیں اور ظلم بالائے ظلم افرادِ خاندان میں سے ہر بڑے اور چھوٹے کی ارمان کو پورا کرنے کی مشق اسی مظلوم پر ہی کی جاتی ہے کہ ان کے ارمانوں میں اس کی ارمان دھری کی دھری رہ جاتی ہے اور وہ اپنی جوانی کے قیمتی ایام کو خدا حافظ کہنے کے قریب ہوجاتی ہے اور جب یہ کہا جاتا ہے کہ شادی میں تاخیر کیوں؟ تو یہ کہا جاتا ہے کہ شادی زندگی میں ایک بار ہی تو ہوتی ہے؟ لڑکی کے نکاح میں تاخیر ایک اور وجہ یہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ اس کیلئے رشتے نہیں آتے، اگر واقعتاً رشتے نہیں آتے اور باوجود کوشش کے رشتے نہیں جمتے تو اس میں لڑکی کے والدین کا کوئی قصور نہیں ہے، لیکن جو لوگ مناسب رشتوں کا بہانہ بنا کر انتہائی باریک بین ہوجاتے ہیں اور تھوڑے سے فرق کی وجہ سے رشتہ توڑ دیتے ہیں، ظاہر ہے کہ یہ انتہائی خطرناک مرض ہے، کبھی قد میں تھوا سا فرق دونوں کے درمیان ہو ہی جاتا ہے، کبھی رنگ میں تھوڑا سا فرق آ ہی جاتا ہے، کبھی مال و دولت میں دونوں کے درمیان تھوڑا فرق رہ جاتا ہے اور کبھی خوبصورتی میں تھوڑی سی کمی رہ جاتی ہے تو ان ساری چھوٹی چھوٹی چیزوں کو نظرانداز کردینا چاہئے اور دلوں کو ایسے موقعہ پر تھوڑا سا کشادہ رکھنا چاہئے۔ آج کل جب کہ ہزاروں لڑکیاں بن بیاہی بیٹھی ہیں تو اس کی وجہ آخر کیا ہے؟۔

رہبر اعظم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے اسی لئے فرمایا کہ اگر تمہارے پاس ایسا شخص آئے جس کے اخلاق اور دین داری تم کو پسند آئے تو تم اپنی لڑکی کا نکاح اس سے کر دو، ورنہ زمین میں فتنہ وفساد پھیلے گا۔

اگر بالغ ہوجانے کے باوجود لڑکیوں کا نکاح کسی عذر کے بغیر نہ کیا جائے اور ایسی صورت میں خدانخواستہ کوئی لغزش ان سے ہوجائے تو اس لغزش کا بوجھ ان کے سر پرستوں پر بھی رہے گا۔

موجودہ دور میں نکاح کے جلد کر دینے ہی میں عافیت ہے، اس لئے کہ اب وہ عفت ودیانت طبیعتوں میں نہیں رہی جو پہلے تھی، حضور ﷺ نے حضرت علیؓ سے فرمایا:

یا علی ثلث لا تؤخرها الصلوة اذا اتت والجنازة اذا حضرت والایم اذا وجدت لها کفوا (ترمذی، مشکوۃ)۔

اے علیؓ! تین چیزوں میں تاخیر نہ ہونی چاہئے۔ نماز جب اس کا وقت آجائے، جنازہ جب کہ حاضر ہوجائے اور بے نکاحی لڑکی کا رشتہ جب اس کا کفو مل جائے۔

حضرت فاطمہؓ کی عمر شادی کے وقت ساڑھے پندرہ سال کی اور حضرت علیؓ کی عمر اکیس سال کی تھی (اصلاح الرسوم) اس سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ دونوں کے نکاح کیلئے پسندیدہ زمانہ کونسا ہے۔

ایک نظر دیکھ لینا بہتر ہے

نکاح کے بعد چوں کہ ایک مرد اور ایک عورت کو میاں بیوی کی حیثیت سے ایک ساتھ عمر بھر رہنا ہے، اس نکاح کے ساتھ ہی دونوں کے درمیان ہزاروں معاملات وابستہ ہوجاتے ہیں اور نکاح دراصل ساری عمر کیلئے ایک فیصلہ اور معاہدہ ہے، ایسی صورت میں ہرگز یہ مناسب نہیں کہ اس قدر اہم معاملہ ناواقفی اور بے خبری کے ساتھ طے کیا جائے، عقل یہاں یہی تقاضا کرتی ہے کہ نکاح سے پہلے واقفیت حاصل کرلی جائے اور جب آدمی اس عورت کو جس کے ساتھ اس کو ہمیشہ رہنا ہے ایک مرتبہ دیکھ لے تو اس میں کوئی قباحت نہیں ہے بلکہ

بہتر یہی ہے کہ ایک مرتبہ دیکھ لیا جائے تا کہ نکاح کے بعد کوئی ناخوش گوار واقعہ پیش نہ آئے، اور آپس کے تعلقات میں تلخی بھی نہ آئے۔ ہاں! اس معاملہ میں ایسی صورت اختیار کی جائے کہ عورت کو یا اس کے گھر والوں کو گرانی اور ناگواری نہ ہو، بلکہ اس کی ان کو اطلاع ہی نہ ہو تو بہتر ہے جیسا کہ حضرت جابرؓ کا یہ واقعہ مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک عورت کیلئے نکاح کا پیام دینے کا اِرادہ کیا تو رسول اللہ ﷺ کی اس ہدایت کے مطابق میں چھپ چھپ کر اس کو دیکھنے کی کوشش کرتا رہا یہاں تک کہ میں اس میں کامیاب ہو گیا، پھر میں نے اس سے نکاح کر لیا۔ (ابوداود)۔

اسی کے ساتھ ساتھ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کا واقعہ بھی اس مسئلہ کیلئے دلیل بن سکتا ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک خاتون کیلئے نکاح کا پیام دیا (یا پیام دینے کا اِرادہ کیا) تو رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ تم نے اس کو دیکھا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ میں نے دیکھا تو نہیں ہے تو آپ نے فرمایا ایک نظر دیکھ لو، یہ اس مقصد کیلئے زیادہ مفید ہوگا کہ تم دونوں میں الفت اور محبت اور خوشگواری رہے گی۔ (مسند احمد، ترمذی)۔

اور ابن ماجہ میں تو پیامِ نکاح سے متعلق پیغامِ رسول ﷺ واضح انداز میں موجود ہے جس کے راوی حضرت محمد بن مسلمہؓ ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ کسی آدمی کے دل میں کسی عورت کیلئے نکاح کا پیام دینے کا خیال ڈالے تو اس کے واسطے گناہ نہیں ہے کہ ایک نظر اس کو دیکھ لے۔

نکاح سے قبل بے تکلفی

جس عورت سے نکاح کرنے کا اِرادہ ہو اس کو ایک نظر دیکھ لینا جائز ہے خواہ خود دیکھ لے یا کسی معتمد عورت کے ذریعہ اطمینان کر لے، نکاح سے پہلے اس سے زیادہ تعلقات کی اجازت نہیں ہے، نہ میل جول کی اور نہ خلوت و تنہائی کی، نکاح سے قبل بے تکلفی سے ملنا بجائے خود ایک غیر اخلاقی حرکت ہے، ایک نظر دیکھ لینے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ نکاح سے

پہلے لڑکا اور لڑکی بے تکلف گفتگو کرنے لگ جائیں یا باقاعدہ کوئی رسم کی جائے جس میں لڑکے اور لڑکی کو میاں بیوی کی طرح قریب ہونے کا موقع دیا جائے، بعض علاقوں میں منگنی کے بعد لڑکی کو خلوت میں لڑکے کے ساتھ چند لمحوں کیلئے چھوڑ دیا جاتا ہے، یہ رسم عقلاً نامناسب اور شرعاً ناجائز ہے، یہ طریقہ معاشرہ میں ایک رستا ہوا ناسور بن گیا ہے۔

نکاح کا اعلان

عقل کا تقاضا یہ ہے کہ نکاح خفیہ طور پر یا دو چار آدمیوں کے سامنے نہ کیا جاے، اگر چہ کہ دو گواہوں کی موجودگی میں نکاح کیا جائے گا لیکن ایسا کرنا مناسب نہیں ہے، نکاح کا مناسب طریقہ یہ ہے کہ اس بستی یا محلّہ کے زیادہ سے زیادہ لوگ نکاح کے منعقد ہونے کو جان لیں مگر اس کیلئے کھانے کی دعوت کی کوئی ضرورت نہیں ہے، بلکہ اس اعلان کی صورت (جو رسول رحمت ﷺ اور صحابہ عظام سے ثابت ہے) یہ ہے کہ نماز کے بعد مسجد میں محلے کے نمازیوں کے سامنے یا جمعہ کے دن جامعہ مسجد میں پوری بستی کے لوگوں کے سامنے نکاح پڑھا دیا جائے، اس صورت میں اعلان بھی ہو جائے گا اور وہ بے جا اہتمام کی زحمت سے بھی جائے گا، اس سلسلہ میں ترمذی کی یہ روایت ہمارے لئے رہنما ثابت ہوگی کہ:

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول رحمت ﷺ نے فرمایا:

اعلنوا هذا النكاح واجعلوه فی المساجد واضربوا عليه بالدفوف۔

نکاح کا اعلان کیا کرو اور نکاح مسجدوں میں کیا کرو اور دف بجوایا کرو۔

چوں کہ نکاح چوری چھپے کرنے میں کئی قسم کی نامناسب باتیں پیدا ہوجاتی ہیں اور طرح طرح کے مفاسد کا خطرہ ہوتا ہے، اس لئے بہتر یہی ہے کہ نکاح علی الاعلان کیا جاے اور اس کی سب سے بہتر، مفید اور آسان شکل یہی ہے کہ مسجد میں کسی نماز کے بعد اعلان کر دیا جائے، اس سے ایک طرف مسجد کی برکت بھی حاصل ہوگی اور لوگوں کو جمع کرنے اور جوڑنے میں جو عموماً دشواریاں پیش آتی ہیں وہ دشواریاں بھی نہ ہوں گی، اور نمازیوں کی ایک مجلس ہی اس کے نکاح کی گواہ رہے گی۔ اعلان نکاح کی غرض یہی ہے کہ مرد اور عورت کے درمیان ہر

قسم کے خفیہ تعلقات کی جڑ کٹ جائے اور چوں کہ حضور ﷺ کے زمانے میں نکاح اور شادی کی تقریب کے موقع پر دف بجانے کا رواج تھا، جس سے اس خوشی کے موقع پر تفریح کا کچھ سامان بھی ہوجاتا تھا اس لئے آپ ﷺ نے دف بجانے کی اجازت دی۔

دف وہ باجا ہے جس کے ایک طرف چلنی کی طرح چمڑا منڈھا ہوا ہوتا ہے اور دوسری طرف کا حصہ کھلا ہوا ہوتا ہے یعنی یہ ایسا باجا ہے جس سے صرف اعلان ہوجاتا ہے، اس سے برے جذبات آدمی کے دماغ میں پرورش نہیں پاتے۔ حضور ﷺ نے ایسے موقع پر خوشی کا موقع بھی دیا ہے ساتھ ہی اس کے حد بھی بتادیئے ہیں، اسی لئے کسی بھی موقع پر گانے بجانے اور ناپاک جذبات پیدا کرنے والے اشعار پڑھنے سے منع فرمایا اور باجہ بجانے کو جاہلیت کی رسم قرار دیا گیا، اور نکاح کے موقع پر صرف دف کی اجازت دی گئی۔

تاریخ کا تعین

زندگی کا ہر لمحہ صرف خوشی میں یا صرف غم میں نہیں گزرتا بلکہ زندگی کی کسی گھڑی میں خوشی کے واقعات پیش آتے ہیں اور کسی گھڑی میں غم کے حادثات پیش آتے ہیں، جب کسی زمانہ میں غم کا کوئی حادثہ پیش آجائے تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ وہ زمانہ قیامت تک منحوس ہوگیا، حالاں کہ حقیقت یہ ہے کہ کوئی زمانہ منحوس نہیں، زمانہ کو منحوس کہنا دراصل زمانہ کے خالق کو منحوس کہنا ہے، اس لئے اس میں احتیاط کرنی چاہئے کہ جب نکاح کی تاریخ طے ہو تو یہ کہا جائے کہ یہ تاریخ تو منحوس ہے، نکاح کیلئے جب تاریخ متعین کی جاتی ہے تو اکثر لوگ تقویم (جنتری) وغیرہ دیکھ کر تاریخ متعین کرتے ہیں حالاں کہ شریعت میں نکاح کیلئے کوئی مہینہ یا تاریخ نہ ہی مقرر ہے اور نہ ہی کوئی تاریخ منحوس ہے۔ سارے مہینے، ساری تاریخیں اللہ ہی کی ہیں اور یہ سب اسی کے بنائے ہوئے ہیں، مشاہدات سے پتہ چلتا ہے کہ تاریخ کے متعین کرنے میں سعد یا نحس (نیک بخت گھڑی یا منحوس گھڑی) دیکھنے کا رواج ہندوؤں میں رہا ہے، یہی وجہ ہے کہ ہندو عوام اپنے پنڈتوں یا نجومیوں سے ساعت (گھڑی) پوچھ کر بیاہ کرتے ہیں وہ جس دن

اور جس وقت کا تعین کرتے ہیں، اس میں ذرہ برابر تقدیم یا تاخیر نہیں کرتے۔ بدقسمتی سے ہمارے چند ہندوستانی مسلمان ان ہی کے رسم کو تھوڑی سی تبدیلی کے ساتھ زندہ رکھے ہوئے ہیں۔ اللہ انہیں درست فہم نصیب فرمائے۔ (آمین)۔

بعض لوگ ماہِ محرم میں نکاح کرنے کو منحوس سمجھتے ہیں اور دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ اس مہینہ میں حضرت امام حسین ؓ کی شہادت ہوئی، اس لئے اس غم کے مہینہ میں خوشی کی کوئی تقریب منعقد نہیں کرنا چاہئے۔ سیرت نبوی ﷺ سے واقف حضرات کیلئے یہ نئی بات نہیں ہے کہ نبی رحمت حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے اپنی لختِ جگر حضرت فاطمہ الزھراء کا نکاح ماہِ محرام الحرام ہی میں فرمایا تھا کیا سرکار کا یہ عمل ہمارے لئے نمونہ نہیں ہے؟۔

بعض لوگ شوال، ذی قعدہ، جمادی الاول اور جمادی الآخر وغیرہ کو بھی منحوس خیال کرتے ہیں اور ان مہینوں میں نکاح کرنے کو نامناسب سمجھتے ہیں، اگر محض یہ سمجھ کر کہ فلاں مہینہ میں فلاں شہید ہوئے، فلاں مہینہ میں فلاں بیمار ہوئے اور فلاں مہینہ میں فلاں حادثہ ہوا تو ظاہر ہے کہ سال کے بارہ مہینوں میں کسی نہ کسی پیغمبر، صحابی یا کسی ولی کا وصال ہوا ہوگا یا ان میں سے کوئی نہ کوئی کسی نہ کسی دن شہید ہوئے ہوں گے۔ اس لئے اس من گھڑت خیال کو نکال دینا چاہئے اور یہ سمجھ لینا چاہئے کہ سارا زمانہ اللہ تعالیٰ کا بنایا ہوا ہے، اس میں کوئی بھی گھڑی منحوس ہرگز نہیں ہے، اللہ کی بنائی ہوئی چیز منحوس نہیں ہے بلکہ ہمارے اعمال منحوس ہیں۔

بعض لوگ چاند گہن اور سوج گہن کے وقت نکاح کرنے کو منحوس سمجھتے ہیں یہ خیال بھی درست نہیں۔

کارڈ چھپوائی

نکاح کی اطلاع دوستوں، رشتہ داروں وغیرہ کو دینے کیلئے سادہ خطوط چھپوانے میں کوئی حرج نہیں ہے، لیکن محض اطلاع کا بہانہ بنا کر ایسے بیش قیمت رقعے اور دعوت نامے چھپوانا اور ان دعوت ناموں کیلئے بہترین قسم کے لفافے تیار کرنا اور ان پر تکلف دعوت ناموں پر ماہر

کا تب سے مدعو حضرات کے نام لکھوانا ظاہر ہے کہ یہ ضرورت نہیں بلکہ سراسر فضول حرکت اور اسراف ہے، اس قسم کی فضول خرچیوں کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ لوگ ان رقعوں کو دیکھ کر خوش ہوں اور واہ واہ کہیں اور ان رقعوں کو سادے انداز میں چھپوانے میں اس بات کا انہیں خوف ہوتا ہے کہ ہمارے خاندان میں ہماری ناک کٹ جائے گی، لوگ ہمیں کنجوس کہیں گے، بہر حال لوگوں کی طعن وتشنع سے بچنے اور نام ونمود کیلئے ایسے قیمتی کارڈ چھپوائے جاتے ہیں کہ بعض دعوت نامے تو بظاہر ایسے معلوم ہوتے ہیں کہ گویا کوئی قیمتی اور خوبصورت کتاب ہے۔

یہاں یہ بات اچھی طرح ذہن نشین رہے کہ مال اللہ تعالیٰ کی امانت ہے جو مال ہمارے قبصہ میں ہے اس مال کا حقیقی مالک تو اللہ تعالیٰ ہے اور ہم اس کے امین ہیں یعنی یہ مال امانت کے طور پر ہمیں دیا گیا ہے اور امانت کا قانون یہی ہے کہ جس نے جو چیز بطور امانت ہمیں دی ہے اس کو اس کی مرضی کے مطابق استعمال کیا جائے نہ کہ اپنی مرضی سے، اللہ تعالیٰ نے کھانے پینے پہننے کا تو حکم دیا ہے لیکن اس مال کے بارے میں جو ہمیں دیا گیا ہے یہ ہدایت دی گئی ہے کہ اس میں اسراف نہ کیا جائے ولا تسرفوا اور یہ بات بھی بتادی گئی ہے کہ اسراف کرنے والے شیطان کے بھائی ہوتے ہیں، ان تمام حقائق کے باوجود غافل انسانوں کا المیہ یہ ہے کہ وہ اتنے جری ہیں کہ صاف کہتے ہیں کہ یہ ہمارا مال ہے اور ہم اپنے مال کے خرچ کرنے میں صد فیصد مختار ہیں کہ ہم جہاں چاہیں خرچ کریں اور جہاں چاہیں خرچ نہ کریں، اس قسم کی ذہنیت کی وجہ صرف یہی ہے کہ ایسے لوگوں نے نہ اپنی عبدیت کی حقیقت کو سمجھا ہے نہ ہی اللہ تعالیٰ کی قدرت وطاقت کا ادراک کیا ہے، یہ لوگ اس معرفت سے محروم ہیں جن کو شیطان نے اپنا شکار بنالیا ہے۔ بعض مالداروں کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ہم اپنی لڑکی کی شادی میں کروڑوں خرچ کرتے ہیں اور رہی بات غریبوں کی ہم ان کیلئے بھی کچھ کریں گے اور ان کی شادیوں کیلئے بھی مدد کریں گے، ان کا ان غریب لڑکیوں کی مدد کرنا تو یقیناً قابل صد تحسین اقدام ہے لیکن ان کا اپنی لڑکیوں کی شادی میں اسراف کرنا یہ تو اپنی جگہ حرام ہے اور کسی بھی مالدار کو اپنے مال میں اسراف کی قطعاً اجازت نہیں ہے، آج اُمت کا ایک بڑا طبقہ محض مالداری کی وجہ سے گمراہی کے

دلدل میں پھنسا ہوا ہے، سچ ہے نبی رحمت ﷺ کا یہ فرمان کہ میں تم پر فقر و ناداری کے آنے سے نہیں ڈرتا لیکن مجھے تمہارے بارے میں یہ ڈر ضرور ہے کہ دنیا تم پر زیادہ وسیع کردی جائے جیسے کہ تم سے پہلے لوگوں پر وسیع کی گئی تھی پھر تم اس کو بہت زیادہ چاہنے لگو جیسے کہ انہوں نے اس کو بہت زیادہ چاہتا تھا اور اسی کے دیوانے اور متوالے ہو گئے تھے اور پھر وہ (مال) تم کو برباد کردے جیسے کہ اس نے ان اگلوں کو برباد کیا۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)۔

حیدرآباد کے ایک تاجر میرے پاس آئے اور انہوں نے میری ایک کتاب ''زبان بہترین یا بدترین'' کے ڈیڑھ سو نسخے خریدے اور کہا کہ میں اپنے بھائی کے نکاح کی تیاری میں ہوں اور نکاح کی اطلاع رشتہ داروں اور متعلقین کو دینا ہے، میں آپ کی اس کتاب کے ٹائٹل کے اندورنی حصہ میں اپنے بھائی کے نکاح کا دعوت نامہ چھپواؤں گا اور اس کو متعلقین میں تقسیم کروں گا اس طرح ''ایک تیر دو شکار کے مصداق'' ہمارا ایک کام تو یہ ہوگا کہ نکاح کی اطلاع دوست واحباب اور رشتہ داروں کو ہوجائے گی اور دوسرا فائدہ یہ ہوگا کہ آپ کی کتاب کا پیغام بھی ان سب تک پہنچے گا، چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور روزنامہ سیاست کے خواتین سپلمنٹ نے اس کتاب کے سرورق اور اس میں موجود دعوت نامہ کو شائع کیا اور اس کارنامہ پر مبارکبادی بھی دی۔

اس کے برخلاف آنکھوں کو ایسے نقشے بھی دیکھنے پڑتے ہیں کہ ہندوستان کے ایک مشہور شہر کے ایک معروف مالدار نیا نے اپٹی کی شادی کا غیر معمولی قسم کا دعوت نامہ چھپوایا جس پر لکھا ہوا تھا ''شراب سے مہمان نوازی ہوگی'' اور عموماً اس قسم کے دعوت ناموں میں النکاح من سنتی، بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم اور نحمدہ و نصلی علی رسول الکریم اور اس قسم کے دیگر مبارک و مسعود جملے بھی لکھے ہوئے ہوتے ہیں، کام تو کریں شیطان والا کہ اسراف کرتے ہوئے شیطان کے بھائی بنتے ہیں اور نام لیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کا۔ (العیاذ باللہ)۔

دعوت ناموں میں قرآن مجید کی آیات اور احادیث کے ٹکڑوں کو درج کرنے کا آج کل لوگوں کو بہت شوق ہے حالاں کہ دعوت قبول کرلینے کے بعد ان دعوت ناموں کو ردی کی

ٹوکری میں ڈال دیا جاتا ہے اور پھر کوڑے کرکٹ میں ڈال دیا جاتا ہے، کیا یہ لوگ ان باتوں پر توجہ نہیں دیتے کہ اس میں اللہ کے کلام کی اور احادیث کی بے ادبی ہوتی ہے۔

بارات کی حقیقت

آج کل مسلمانوں کی خستہ حالی اور تباہی کی سب سے بڑی وجہ یہی رسومات ہیں، جن کا تعلق دوسرے مذاہب سے ہے۔ یہ بے جا رسومات اندر ہی اندر مسلمانوں کی اس محنت و مشقت سے کمائی ہوئی دولت کو گھن کی طرح کھا رہی ہیں، یہ وہ رسومات ہیں جو ایک زمانہ میں ہندوؤں میں ہی محدود تھیں۔ مسلمانوں نے نادانی، غفلت اور اپنے حقیقی دین سے ناواقفیت کی وجہ سے ان رسومات کو اپنے گھروں میں داخل کرلیا ہے، شادی سے متعلق رسومات میں سے ایک ''بارات کی رسم'' ہے، لڑکے والوں کی طرف سے شادی کے وقت لڑکی کے گھر پر دھوم دھام سے بارات لے جانے کا جو رواج ہوگیا ہے، اس کا سنت نبوی ﷺ سے کوئی تعلق نہیں اور اس میں سراسر ہندوؤں کی مشابہت ہے۔

دولہے والوں کا بارات کی شکل میں دولہن کے گھر جانا نہ نکاح کے طریقے میں داخل ہے اور نہ ہی یہ نکاح کیلئے ضروری ہے، یہ بھی ضروری نہیں کہ دلہن کے گھر ہی میں نکاح منعقد ہو، بلکہ نکاح لڑکے کے گھر میں بھی ہوسکتا ہے، شریعت نے اس بارے میں کوئی قید نہیں لگائی ہے حکیم الامتؒ تحریر فرماتے ہیں اصل میں یہ بارات وغیرہ ہندوؤں کی ایجاد ہے کہ پہلے زمانہ میں امن نہ تھا اکثر راہزنوں اور قزاقوں (ڈاکوؤں) سے دو چار ہونا پڑتا تھا اس لئے دولہا دلہن اور اسباب زیور وغیرہ کی حفاظت کیلئے ایک جماعت کی ضرورت تھی اور حفاظت کی مصلحت سے بارات لے جانے کی رسم ایجاد ہوئی اور اسی وجہ سے فی گھر ایک آدمی لیا جاتا تھا کہ اگر اتفاق سے کوئی بات پیش آئے تو ایک گھر میں ایک ہی بیوہ ہو، چلتے چلتے اب ضرورت باقی نہ رہی بلکہ رسم باقی رہ گئی اور یہ رسم اب فیشن میں تبدیل ہوگئی۔ اب اس کا مقصد محض نام ونمود ہی ہے، ان ساری رسموں کے بارے میں حکیم الامتؒ فرماتے ہیں کہ میں نے منگنی کا

نام قیامت صغریٰ (چھوٹی قیامت) اور شادی (بارات) کا نام قیامت کبریٰ (بڑی قیامت) رکھا ہے۔

تاریخ بتاتی ہے کہ حضرت فاطمہؓ کا نکاح ہوا لیکن دنیا نے دیکھا کہ نہ کوئی لاؤ لشکر ہے اور نہ ہی کوئی دھوم دھام ہے چشم فلک نے شاید یہ نظارہ کبھی نہ دیکھا ہو کہ صرف حضرت علیؓ اکیلے آئے دولہا بن کر وہ بھی پرانے لباس میں۔

آتش بازی

ہر مومن کو چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اس احسان کو نہ بھولے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو آخری پیغمبر سید المرسلین ﷺ کی اُمت کا ایک فرد بنایا ہے۔ یہ اعزاز اللہ کا بہت بڑا احسان ہے، اگر آدمی اس منصب کے ملنے کے بعد ایسے کام کرے جس سے وہ شیطان کا بھائی بن جائے تو ظاہر ہے کہ اس میں ایک طرف اللہ کے احسان کی ناشکری ہے اور دوسری طرف اپنے آپ کو عزت کی بلندیوں سے اُتار کر ذلت کی وادیوں میں لے جانا ہے۔ اس تمہید کی ذریعہ یہ بتانا مقصود ہے کہ قرآن مجید میں ایسے لوگوں کو جو اسراف وفضول خرچی کرتے ہیں شیطان کا بھائی قرار دیا گیا ہے۔

ان المبذرين كانوا اخوان الشيٰطين

اسراف کرنے والے شیطان کے بھائی ہوتے ہیں

نبی رحمت ﷺ کے اُمت کا ایک فرد اگر محض اپنے خواہشات کی تکمیل کیلئے شیطان کا بھائی بننے پر راضی ہو جائے تو ظاہر ہے کہ یہ احسان فراموشی نہیں تو اور کیا ہے؟۔

شادی کے موقع پر لوگ عموماً اپنے منصب کو فراموش کر دیتے ہیں اور اپنی محنت کی کمائی ہوئی دولت کو بے دریغ خرچ کرتے ہوئے شیطان کے بھائی بن جاتے ہیں اور اس برائی میں وہ باشعور لوگ بھی ہیں جنہیں اپنے روپیوں کی قدر معلوم ہے، اس کے باوجود وہ تعیش کے دوسرے ساز وسامان کے ساتھ ساتھ اپنی شان وشوکت کو دکھلانے کے خاطر آتش بازی کے ذریعہ ایک طرف اپنی دولت کو بے جا اُڑا دیتے ہیں اور اللہ کی نافرمانی کرتے ہیں اور دوسری طرف اللہ

کے بندوں کو آتشبازی کے ذریعہ تکلف واذیت پہنچاتے ہیں۔

ان آگ سے کھیلنے والوں کو شاید یہ علم نہیں ہے کہ یہ آتش پرستوں کی نقل اُڑا رہے ہیں یا اپنے مذہب پر عمل کررہے ہیں؟ آتش بازی کے موقع پر باراتی خوشی میں اس قدر بے قابو ہوجاتے ہیں کہ کبھی ہاتھ جل جاتے ہیں تو کبھی پیر، اس قسم کے حادثات عموماً ہوتے ہی رہتے ہیں، وہ قوم جو دیوالی کے ذریعہ اپنا دیوالیہ کرلیتی ہے کیا یہ اسی قوم کی مشابہت نہیں؟ اور یہ ایک حقیقت ہے کہ جو جس قوم کی مشابہت اختیار کرتا ہے وہ انہیں میں سے ہوجاتا ہے۔ (مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ)۔

حضرت فاطمہؓ کی منگنی

عموماً جب شادی کا اِرادہ ہوتا ہے تو چار مراحل سامنے آتے ہیں۔

(۱) منگنی (۲) جہیز (۳) نکاح (۴) رخصتی

ان چاروں کی موجودہ بگڑی ہوئی شکل اور شرعی اعتبار سے ان کی اصلی شکل کے درمیان کتنا فرق آگیا ہے؟ اس کا احساس ہمیں دورِ رسالت کی اس شادی سے ہوگا جس کا نقشہ ہم آگے کھینچ رہے ہیں، جو انتہائی سادہ اور بے مثال اور تاریخی بھی تھی، جس شادی میں دلہن سید المرسلین کی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ تھیں اور جس میں دولہا حضرت علیؓ تھے اور اس شادی کی ساری ذمہ داری رہبر کامل حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر تھی۔

ہم حضرت فاطمہؓ کی منگنی، شادی، جہیز اور رخصتی کے بارے میں بالترتیب بیان کرتے ہیں تاکہ اُمت کی ماؤں اور بہنوں کے ذہن میں یہ بات بیٹھ جائے کہ انہیں کس راہ پر چلنا ہے، منگنی کی سادہ تقریب کا اغاز یوں ہوا کہ حضرت فاطمہؓ کے رشتہ کیلئے کئی پیغامات آپ ﷺ کو ملے، مگر آپ ﷺ نے سب کے جواب میں خاموشی اختیار فرمائی اور کسی سے ہاں نہ فرمائی۔ ایک دن حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت علیؓ سے کہا کہ آپ نبی رحمت ﷺ سے حضرت فاطمہؓ کے رشتہ کی اپنے لئے استدعا فرمائیں، حضرت علیؓ نے اپنے شفیق اور ہمدرد رفقاء

سے کہا کہ مجھے خود پیغام دیتے ہوئے حجاب محسوس ہوتا ہے، مگر ابوبکر صدیقؓ اور عمر فاروقؓ کے اصرار اور حضرت ام ایمنؓ کی تائید نے آپؓ کو حوصلہ دلایا، آپؓ نبی کریم ﷺ کے دولت خانہ پر تشریف لائے، آپ ﷺ نے انہیں دیکھ کر پوچھا علیؓ! کیسے آئے ہو؟ حضرت علیؓ نے شرماتے ہوئے عرض کیا کہ حضور! میرے ماں باپ آپ پر قربان! میں حضرت فاطمہؓ کے رشتہ کی درخواست لے کر حاضر ہوا ہوں یعنی پیغام نکاح لایا ہوں، آپ ﷺ نے یہ سن کر فرمایا کہ اھــلا وسھلا جس کا مطلب یہ تھا کہ یہ درخواست قبول ہوگئی، اس قدر آسانی کے ساتھ منگنی کا یہ مرحلہ طے ہوگیا گویا شادی کی بات طے ہوگئی۔ اس میں نہ کوئی رسم تھی اور نہ ہی کوئی رواج، نہ مہندی کی رسم، نہ ہی گود میں روپیہ ڈالنے کی رسم، نہ ہی ڈھول باجہ کی رسم اور نہ ہی سہیلیوں کے گیت کی محفل اور نہ ہی وہ رسمیں جو آج کل مسلم خاندانوں میں زندہ ہیں جن کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

حضرت فاطمہؓ کا جہیز

منگنی کے بعد جہیز کا مرحلہ تھا، نبی رحمت ﷺ نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ آپ کے پاس شادی کے اخراجات کیلئے کچھ ہے؟ حضرت علیؓ نے عرض کیا کہ ایک گھوڑا اور ایک زرہ ہے۔

آپ ﷺ نے اِرشاد فرمایا کہ گھوڑا تو آپ کی ضروریات جہاد پورا کرے گا، آپ اس کو اپنے پاس رکھیں، البتہ زرہ فروخت کردیں تاکہ اس سے شادی کے اخراجات پورے ہوسکیں۔

حضرت علیؓ اپنی زرہ بیچنے کیلئے بازار چلے گئے تو بازار میں مدینہ کے تاجر حضرت عثمانؓ سے ملاقات ہوگئی۔ حضرت عثمانؓ نے حضرت علیؓ سے پوچھا کہ کیسے آئے؟ آپؓ نے تمام حالات اور واقعات اپنے دیرینہ رفیق حضرت عثمانؓ کو سنا دیئے۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ آپ زرہ کس قدر قیمت میں بیچو گے؟۔

حضرت علیؓ نے کہا کہ ساڑھے چارسو درہم میں بیچوں گا، حضرت عثمانؓ نے کہا کہ یہ زرہ میں خریدتا ہوں یہ کہہ کر حضرت عثمانؓ نے چارسو درہم حضرت علیؓ کو ادا کردیئے، جب زرہ کا سودا ہوگیا تو حضرت عثمانؓ نے فرمایا اے علی! میری طرف سے تمہارے لئے ہبہ ہے۔

حضرت علیؓ نے پوچھا کیا تحفہ ہے؟ حضرت عثمانؓ نے فرمایا یہ زرہ میری طرف سے تحفہ ہے، جب زرہ اور زرہ کی قیمت دونوں لے کر حضرت علیؓ نبی رحمت ﷺ کی خدمت میں پہنچے تو آپؓ نے اپنا یہ واقعہ آپ ﷺ سے بیان فرمایا۔ آپ ﷺ نے حضرت عثمانؓ کیلئے دعائے خیر فرمائی اور حضرت ابوبکرؓ کو بلا کر فرمایا کہ یہ رقم لے جاؤ اور بازار سے شادی کا سامان خرید لاؤ۔ حضرت ابوبکرؓ نے تمام سامان اپنی پسند سے خریدا، جب شادی کا سامان آ گیا اور سامان کی تیاری ام المومنین حضرت عائشہؓ، سیدہ ام سلمہؓ اور دیگر امہات المومنینؓ نے کی۔ نبی رحمت ﷺ نے اپنی لختِ جگر اور نورِ نظر سیدہ فاطمہؓ کو جو سامان دیا تھا وہ یہ تھا۔

(۱) ایک چارپائی (۲) ایک چکی (۳) ایک مشکیزہ

(۴) ایک پیالہ (۵) دو گدّے (جو کھجور کے پتوں سے بھرے ہوئے تھے)۔

جب سامان تیار ہو گیا تو تقریبِ نکاح میں شرکت کیلئے آپ ﷺ نے دعوت دینے کا حکم اپنے خادمِ خاص حضرت انسؓ کو دیا اور یہ فرمایا کہ میرے دوستوں کو اور انصار و مہاجرین کے فلاں فلاں اصحاب کو میری طرف سے دعوت شرکت دے آؤ، جن میں خاص طور پر حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت سعدؓ قابل ذکر ہیں۔ جہیز کی رسم سے متعلق حقائق کو بالتفصیل آگے ملاحظہ فرمالیں۔

حضرت فاطمہؓ کا نکاح

جب حضرت علیؓ دولہا بن کر آئے اور مدعو صحابہ کرامؓ بھی موجود تھے تو مجلسِ نکاح منعقد ہوئی نبی رحمت ﷺ نے خود زبانِ نبوت سے خطبہ پڑھا اور حضرت علیؓ سے فرمایا کہ میں نے تمہارا نکاح فاطمہ بنت محمد ﷺ سے چار سو مثقال حق مہر کے عوض کر دیا ہے حضرت علیؓ نے اسے منظور فرمالیا، پھر نبی رحمت ﷺ کی آواز گونجی اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ:

انی اشهد کم انی زوجت فاطمه بعلی۔

بلاشبہ میں تم کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے فاطمہؓ کا نکاح علیؓ سے کر دیا۔ نکاح کے بعد آپ ﷺ نے میاں بیوی کیلئے دعاء فرمائی۔

جمع اللّٰه شملكما و بارك عليكما و اخرج منكما كنزا طيبا ۔

خطبہ کے بعد آپ ﷺ نے ایک تھال جس میں چھوہارے تھے، تقریب نکاح کے شرکاء میں تقسیم فرمائے اور اس طرح یہ برکات وانوارات کی مجلس اختتام کو پہنچی ۔

حضرت فاطمہؓ کی رخصتی

جب منگنی، جہیز اور نکاح تینوں مرحلے طے ہوگئے تو اب رخصتی کا وقت آ گیا۔ رخصتیک کے منظر کو مولانا محمد ضیاء القاسمی نے بڑے درد انگیز لہجہ میں ''خطبات قاسمی'' میں تحریر فرمایا ہے ''حضرت ام ایمن حضرت علیؓ کی طرف سے حضرت فاطمہؓ کو لینے کیلئے آ گئیں، رخصتی کا یہ وقت انتہائی المناک اور درد وغم میں ڈوبا ہوا وقت تھا، آپ جانتے ہیں کہ حضرت فاطمہؓ حضرت خدیجہ الکبریٰؓ کی دختر ہیں اور حضرت خدیجہؓ اپنی بیٹی کے نکاح سے پہلے ہی اللہ کو پیاری ہوگئی تھیں، الغرض جب ام ایمنؓ تشریف لائیں تو نبی رحمت ﷺ نے ازواج مطہرات سے فرمایا کہ میری لختِ جگر کی رخصتی کی تیاری کراؤ۔ اس وقت ام سلمہؓ کی زبان سے نکل گیا کہ اے کاش! اپنی بیٹی کی رخصتی کے وقت خدیجہ طاہرہؓ بھی موجود ہوتیں تو وہ بھی اپنی بیٹی کے سر پر دستِ شفقت رکھتیں، بس سیدہ خدیجہؓ کا نام آنا تھا کہ ضبط کے تمام بندھن ٹوٹ گئے اور تاجدارِ نبوت کے دل کا طوفان آنسوؤں کی شکل میں رخسارِ نبوت پر بہہ نکلا۔

فبكى رسول اللّٰه ﷺ فقال خديجه و اين مثل خديجه صدقتني و ارزقتني على دين اللّٰه واعنتني عليه بما لها ۔

فرمایا ام سلمہؓ! تم نے ٹھیک کہا ہے، خدیجہؓ ہی تھیں اس نے میرے لئے بہت مصائب برداشت کئے، اس نے اپنا تمام مال میرے لئے وقف کر دیا، اس نے سب سے پہلے میری نبوت کی تصدیق کی، کاش خدیجہؓ اس وقت زندہ ہوتیں، انہیں دنیا سے جاتے ہوئے اپنی چہیتی بیٹی فاطمہؓ کا بہت خیال تھا وہ حسرت سے کہتی تھیں کہ میں بیٹی کی شادی دیکھ نہیں سکوں گی اور پھر وہ یہی حسرت لے کر فردوسِ بریں رخصت ہوگئیں۔

اور فرمایا ام سلمہؓ! خدا کی یہی رضا تھی اور اس کو یہی منظور تھا، ہم خدا کی مرضی کے تابع

ہیں، دیگر ازواج مطہرات نے جب حضرت خدیجہؓ کے فضائل اور ان کے مناقب سنے تو ان کی آنکھوں میں بھی آنسو بھر آئے اور روتے ہوئے کہنے لگیں خدیجہؓ کا مرتبہ بلند تھا، ان کی یاد اب بھی قلبِ نبوت میں تازہ ہے، وہ اسلام اور تاجدارِ رسالت کی دل و جان سے فدائی تھیں، اس درد کے ڈوب ہوئے ماحول میں جب تیاری مکمل ہوگئی تو سیدہ زہرہ کو ماں کی یاد نے بے قرار کردیا، آپؓ گھر کے ایک کونے میں بیٹھ کر اس قدر روئیں کہ آپؓ کے دوپٹے کا آنچل بھیگ گیا، خدیجہؓ کی یاد نے دل میں ایک طوفان سا برپا کردیا۔ آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب بہہ پڑا، سینے میں یادوں کے طوفان اُٹھے ہوئے تھے۔ دل کی حالت یہ تھی کہ جیسے ڈوبتا ہی چلا جارہا ہے، ماں کی شفقت بھری یاد آئی تو سینے پر چھریاں چل گئیں، اگرچہ امہات المومنینؓ نے خدمت اور پیار عطا کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا تھا مگر ماں ماں ہی ہوتی ہے، ماں کی یاد نے سیدہ کو غمگین کردیا تو رسول رحمت ﷺ کا دل جوش میں آگیا، بیٹی کو سینے سے لگالیا اور آنسو پونچھتے ہوئے فرمایا:

یا فاطمہ اللّٰہ غنی و انتم فقراء۔

بیٹی فاطمہ! اللہ بے نیاز ہے اور تم سب اس کے محتاج۔

بیٹی نہ روؤ، میں تمہیں اللہ کے سپرد کرتا ہوں، یہ کہتے ہوئے رسولِ رحمت ﷺ کی آنکھوں سے اشکوں کا سیلاب نکل آیا۔ بیٹی خدا حافظ! میری بیٹی تم میری لختِ جگر ہو، میں تمہیں دل سے پیار کرتا ہوں۔ فَاطِمَةُ بِضْعَةٌ مِّنِّی۔

فاطمہؓ تم میرے دل کا ٹکڑا ہو

باپ نے بیٹی کو دعاؤں کا تحفہ دے کر رخصت فرمایا، ایک پیالے میں پانی ڈال کر اس میں اپنی کلی کا پانی ڈالا اور سیدہ کے جسم اطہر پر چھڑکا اور فرمایا:

انی اعیذھا بک وذریتھا من الشیطن الرجیم۔

اور بیٹی اپنے باپ کی ابدی دعائیں لے کر خانہ علی مرتضیٰؓ کو رخصت ہوگئیں اور اُمت محمدیہ کیلئے شادی بیاہ کا اعلیٰ نمونہ چھوڑ گئیں کہ اُمت مسلمہ جب تک اسوۂ بتول کو اپنائے گی دین و دنیا کی

سرفرازیاں حاصل کرتی رہے گی۔

دینی بہنو! غور کرو اور اس واقعہ کو توجہ کے ساتھ بار بار پڑھو اور غور کرو کہ نبیوں کے سردار نے اپنی لختِ جگر کا نکاح کس سادے انداز میں فرمایا اور کس طرح اُمت پر سے رسومات کا بوجھ ہٹایا۔لیکن آج پھر تم انہیں رسومات کے بوجھ کو کیوں اپنے کاندھے پر سوار کرنے پر تلی ہو، خدارا اُمت کی ان بیٹیوں پر رحم کھاؤ، جوان رسومات کی وجہ سے بن بیاہی بیٹھی ہیں، جن کی آرزوئیں دل تک ہی محدود ہو چکی ہیں اور اپنی آرزوؤں کی تکمیل نہ کر سکی ہیں۔

اٹھو! ایمان کی حرارت پیدا کرو، غیروں کی رسموں کو پیروں تلے روندو اور اہل جنت کی عورتوں کی سردار حضرت فاطمہؓ کی زندگی کے نمونہ کو اپنی عملی زندگی میں لاؤ اور تیاری کرو کہ تم بھی حضرت فاطمہؓ کی رفاقت جنت میں پاسکو۔

مہر کی حقیقت

نکاح کرنے والا مرد اپنی بیوی کو جو معین رقم ادا کرتا ہے اس کو ''مہر'' کہتے ہیں، زمانہ جاہلیت میں بھی عربوں میں یہ شریفانہ رواج قائم تھا کہ نکاح کرنے والا مرد اپنی بیوی کو ایک معین رقم ادا کرنے کی ذمہ داری اپنے اوپر لیتا تھا، اس طریقہ کو اسلام نے نہ صرف برقرار رکھا بلکہ اس کو لازم بھی قرار دیا، شوہر کا اپنی بیوی کو مہر کی رقم دینا اس بات کی علامت ہے کہ وہ اس بیوی کا طالب اور خواستگار رہے، بیویوں کے حقوق میں سب سے پہلا حق مہر ہے جو شوہر کے ذمہ لازم ہوتا ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک مہر کی کم سے کم مقدار دس درہم (تقریباً دو تولے ساڑھے سات ماشے چاندی) ہے اور زیادہ مہر کی کوئی مقدار مقرر نہیں ہے، حسبِ حثیثیت جتنا مہر چاہیں رکھ سکتے ہیں، شریعت نے مہر کی کوئی خاص مقدار متعین نہیں فرمائی، اس کی وجہ ظاہر ہے کہ ہر ایک کی حالت ایک سی نہیں ہوتی بلکہ ہر ایک کی گنجائش اور وسعت جداگانہ ہوتی ہے، ہاں! نبی رحمت ﷺ کا عمل اس بارے میں یہ رہا کہ آپ نے اپنی صاحبزادیوں کا مہر پانچ سو درہم مقرر فرمایا: نیز آپ ﷺ کی ازواج مطہراتؓ کا مہر بھی اتنا ہی

تھا لیکن اتنی ہی مقدار کی پابندی نہیں تھی، اس لئے کہ صحابہ کرامؓ نے آپ ﷺ کے زمانہ میں اس سے بہت کم اور کبھی اس سے بہت زیادہ بھی مہر مقرر فرمایا اور یہ سب آپ ﷺ کی موجودگی میں ہوا اور آپ ﷺ نے منع بھی نہ فرمایا، اس کا مطلب یہ ہوا کہ مہر زیادہ سے زیادہ بھی مقرر کیا جا سکتا ہے، لیکن اس معاملہ میں جس اہم پہلو پر نظر رکھنی چاہئے وہ یہ ہے کہ مہر کے معنی صرف مہر مقرر کرنے کے نہیں ہیں بلکہ مقرر کرنے کے بعد اس کا ادا کرنا بھی لازمی ہے، اس کا مطلب یہ نکلا کہ اگر مہر فوراً نہ دیا جائے تو قرض کی طرح ہے کہ سہولت ملنے پر اس کا ادا کرنا لازمی ہے، ہاں! اگر بیوی خود وصول نہ کرے اور معاف کردے تو دوسری بات ہے۔قرآن مجید میں مہر دینے کا حکم صراحتاً دیا گیا ہے۔

و اٰتوا النساء صدقتهن نحله ۔ (النساء)

اپنی بیویوں کے مہر خوش دلی سے ان کو ادا کرو۔

مہر ادا کرنے میں کوتاہیاں

آج کل ایک غلط فہمی ازخود اپنے مفاد کیلئے پیدا کرلی گئی ہے کہ مہر صرف مقرر کردینا کافی ہے دینا ضروری نہیں، دینا تو اس وقت میں ہے جب کہ میاں بیوی میں طلاق کی نوبت آجائے۔شریعت نے ایسا کوئی اشارہ نہیں دیا ہے، یہ لوگوں کی اپنی گھڑی ہوئی چیز ہے جو لوگ نہ دینے کی نیت سے مہر مقرر کرتے ہیں اور نکاح کرتے ہیں اور اپنی بیوی کو اس کا حق مہر نہیں ادا کرتے، انہیں اس حدیث سے سبق حاصل کرنا چاہئے۔

عن میمون الکردی عن ابیه قال قال رسول اللّٰہ ﷺ ایما رجل تزوج امراۃ علی ماقل من المھر او کثر لیس فی نفسه ان یؤذی الیھا حقھا لقی اللّٰہ یوم القیمۃ وھو زان ۔ (الطبرانی)۔

میمون کردیؒ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ وہ بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے اِرشاد فرمایا کہ جس شخص نے کسی عورت سے کم یا زیادہ مہر پر نکاح کیا اور اس کے دل میں اس حق مہر کی ادائیگی کا اِرادہ ہی نہیں ہے تو قیامت میں اللہ کے حضور میں وہ زنا کار کی

حیثیت سے پیش ہوگا۔

جولوگ یہ سمجھ کر مہر کے ادا کرنے کو ٹال دیتے ہیں اور مہر بے حساب مقرر کر لیتے ہیں کہ دینا دلانا کس کو ہے؟ جب دینا ہی نہی ہے تو پھر کم اور زیادہ سے کیا فرق پڑے گا۔ انہیں یہ حدیث بار بار پڑھنی چاہیئے اور حقیقت حال سے باخبر ہوکر توبہ کرنا چاہیئے اور اگر اب تک مہر ادانہیں کیا ہے تو فوراً ادا کرنا چاہیئے، مہر کا معاملہ زبانی جمع خرچ یا رسمی معاہدہ نہیں ہے بلکہ یہ ایک حق ہے اگر ادا نہ کیا گیا تو شوہر حق تلفی کرنے والا ظالم شمار ہوگا اور بیوی اپنے حق سے محروم مظلومہ ہوگی اور ظالم کو اس کے ظلم کی سزا قیامت کے دن بھگتنی پڑے گی۔

بعض عورتیں مہر لینے کو معیوب سمجھتی ہیں اور اگر ان کے شوہر مہر ادا کرنا چاہتے ہیں تو وہ خوفزدہ ہوجاتی ہیں کہ کہیں مہر دے کر طلاق تو نہیں دے دے گا۔ ایسی عورتوں کو یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ مہر ان کا اپنا حق ہے اور اپنا حق لینا کوئی معیوب نہیں ہے اور مہر کی ادائیگی نکاح کی بنیاد پر ہے نہ کہ طلاق کی بنیاد پر۔

مہر کے بارے میں ایک کوتاہی یہ ہوتی ہے کہ اگر بیوی مرجائے اور اس کا مہر ادا نہ کیا ہوتو اس مہر کی رقم کو ہضم کر جاتے ہیں حالاں کہ شرعی مسئلہ یہ ہے کہ اگر خانہ آبادی سے اور میاں بیوی کی یکجائی سے پہلے بیوی کا انتقال ہوا تو پورا مہر ادا کرنا واجب ہوگا اور یہ مہر بیوی کے ترکہ میں شامل ہوکر اس کے جائز ورثاء پر تقسیم ہوگا۔

مہر کی دو قسمیں

مہر کی دو قسمی ہیں (۱) مہر معجّل اور (۲) مہر مؤجل، مہر معجّل اس کو کہتے ہیں جس کی ادائیگی کیلئے میعاد مقرر کی گئی ہو اور جس کی ادائیگی فوراً یا عورت کے مطالبہ پر واجب ہو، مہر معجّل کا مطالبہ عورت جب چاہے کرسکتی ہے، اور مہر مؤجل کا مطالبہ مقررہ معیاد سے پہلے عورت نہیں کرسکتی۔ مقررہ معیاد پر شوہر وعدہ کے مطابق مہر ادا کردے۔

جہیز کی رسم

شادی کے موقع پر اسلام مرد پر مہر کی ادائیگی، ولیمہ کے اخراجات کا بوجھ ڈالتا ہے اور اس کے مقابلہ میں عورت پر ایسی کوئی ذمہ داری نہیں، اس لئے کہ عورت مرد کے مقابلہ میں کمزور پیدا کی گئی ہے اس لئے اس پر کوئی معاشی ذمہ داری نہیں ہے۔لیکن اس کے باوجود والدین اپنی صوابدید کے مطابق لڑکی کو گھریلو استعمال کی چند چیزیں بطورش جہیز دیا کرتے ہیں، یہ چیزیں اگرچہ بنیادی ضرورتوں پر مشتمل ہوتی ہیں، مگرآج کل یہ رسم بھی افراط وتفریط کا شکار ہوکر رہ گئی ہے اوراب والدین جہیز کے اس سامان کو بھی اپنی دولت مندی کے اظہار کیلئے استعمال کرنے لگے ہیں، اس لئے اب باقاعدہ جہیز کے سامان کی نمائش کی جانے لگی ہے اور لوگ بھی شادی کا پیغام دینے سے پہلے یہ دیکھنے لگے ہیں کہ کہاں سے کتنی زیادہ دولت مل سکتی ہے اور جب ایسے لوگوں سے یہ کہا جاتا ہے کہ جہیز کی مانگ کیوں کرتے ہوتو پر اعتماد لہجہ میں یہ جواب دیا جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بھی تو جہیز دیا ہے؟۔جہیز دینا بھی تو سنت ہے؟ حالاں کہ حضور ﷺ نے سوائے حضرت فاطمہؓ کے کسی اور کو جہیز دیا ہو، اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا اور جو کچھ حضور ﷺ نے حضرت فاطمہؓ کو دیا تھا اس کی وجہ یہی تھی کہ حضرت علیؓ کی پرورش اور تعلیم وتربیت بھی رسول اکرم ﷺ کے گھر پر آپؓ کی ہی نگرانی میں ہوئی تھی اور جب آپؓ جوان ہوئے تو حضرت فاطمہؓ سے آپؓ کا نکاح ہوا اس وقت حضرت علیؓ کا نہ اپنا کوئی مکان تھا اور نہ ہی ان کے پس کوئی گھریلو ساز وسامان تھا، شادی کے موقع پر ایک صحابیؓ نے آپ کو ایک مکان رہائش کیلئے دے دیا تھا۔اب ظاہر ہے کہ خالی مکان میں دلہن کو لے جا کر بٹھا دینا کسی طرح مناسب نہیں تھا، اس لئے رخصت کرتے وقت آپ ﷺ نے کچھ گھریلو ساز وسامان حضرت فاطمہؓ کو دیا، اس واقعہ سے اتنی بات تو کھل کر سامنے آتی ہے کہ اگر کوئی شخص تقویٰ اور خداپرستی کی بنیاد پر کسی ایسے غریب لڑکے سے اپنی بیٹی کی شادی کرنا چاہے جس کے پاس گھر کا ساز وسامان نہیں تو اسے چاہئے کہ رخصت کرتے وقت اپنی بیٹی کے ساتھ گھر کی

بنیادی اور ضروری چیزیں روانہ کر دے۔

لیکن جہیز کے نام پر خوش حال لوگوں کا لاکھوں روپیوں کی مالیت پر مشتمل سامانِ آسائش دینا یقیناً غریب گھرانے کی لڑکیوں کی شادیوں کی محرومی کا ذریعہ ہے، اس لئے کہ ایسے حالات میں لالچی لوگ مال دار لڑکیوں کے رشتہ ہی کو ترجیح دیں گے، اس طرح غریب لڑکیاں بن بیاہی رہ جائیں گی اور یہ ایک طرح کا ظلم ہے اور اسلام ظلم کو پسند نہیں کرتا بلکہ اسلام دنیا میں ایک ایسا صالح معاشرہ وجود میں لانا چاہتا ہے، جس میں ہر شخص کو عدل وانصاف حاصل ہو اور کسی ایک فرد پر بھی ظلم و جبر نہ کیا جائے۔ اسلام کا منشاء یہ ہے کہ عدل وانصاف پر مبنی معاشرہ قائم کیا جائے۔ اسلام کی تعلیمات کے آئینہ میں اگر غور کیا جائے تو یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ اسلام کے نزدیک طاقتور کے مقابلہ میں کمزور، تندرست کے مقابلہ میں بیمار، جوان کے مقابلہ میں بوڑھے اور حاکم کے مقابلہ میں محکوم، تحفظ، مدد اور مراعات کے زیادہ مستحق ہیں۔ اسلام انہیں پر زیادہ ذمہ داریاں عائد کرتا ہے اور ہدایت کرتا ہے کہ ان کے یہ افعال نمود نمائش یا احسان جتانے کیلئے نہیں بلکہ اللہ کی رضا جوئی کیلئے ہونی چاہئیں۔

وہ لوگ جو جہیز کے نام پر لمبی لمبی فہرستیں لڑکی کے سرپرستوں کے حوالے کرتے ہیں اور باقاعدہ نشاندہی کرتے ہیں کہ فلاں کو الٹی اور فلاں کمپنی ہی کی فلاں چیز ہی چاہئے، وہ معاشرہ کے انتہائی ذلیل ترین لوگ ہیں، ان ہی کی وجہ سے معاشرہ میں بگاڑ آیا ہے اور کل قیامت کے دن یہ ظالموں اور دولت پرستوں کی فہرست میں آئیں گے۔

گھوڑے جوڑے کی رسم

ہندوستانی مسلم معاشرہ میں ایک ظالمانہ رسم گھوڑے جوڑے کی رسم ہے جو کروڑوں لڑکیوں کی شادیوں کیلئے آڑ بن گئی ہے، جس نے لاکھوں ماں باپ کے حوصلوں کو پست کر دیا ہے، اس رسم کے مطابق لڑکے والے لڑکے کی قیمت لڑکی والوں سے مانگتے ہیں، حقیقت میں تو یہ ہندوانہ رسم ہے جو چند اسباب کی بنیاد پر مسلمانوں میں داخل ہوگئی ہے اس رسم کی ابتدائی کہانی یہ ہے کہ

مسلمانوں کے دورِ حکمرانی میں مسلم بادشاہوں، نوابوں، امراء اور وزراء نے اپنے عیش وعشرت کیلئے اپنے حرم میں بہت سی ایسی عورتیں شامل کرلی تھیں جنہیں باندیاں کہا جاتا تھا، ان باندیوں سے جو اولاد ہوتی تھی عام مسلمان انہیں عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھتے تھے۔

معاشرہ میں ان کا کوئی مقام نہیں تھا جس کی وجہ ان سے کوئی شادی نہیں کرتا تھا، ابتداء میں یہی عیب شادی میں رکاوٹ کا ذریعہ بنا، اس وقت ایسی اولاد کے والدین کیلئے ان کی شادی کا مسئلہ بہت اہم تھا کہ ان کے اس عیب کی وجہ سے ان کی شادی نہیں ہوتی تھی، اب ایسے والدین کیلئے ایک ہی راستہ رہ گیا تھا کہ غریب گھرانہ کے لڑکوں کو دولت کا لالچ دے کر انہیں ان لڑکیوں سے شادی کرنے پر آمادہ کرلیں، چنانچہ اس طرح ایسی لڑکیوں کی شادیاں ہونے لگیں اور اس طرح یہ ظالمانہ رسم مسلم معاشرہ میں داخل ہوگئی پھر چلتے چلتے دولت پرست اور لالچی لوگوں کو دوسروں کی کمائی ہوئی دولت پر ڈاکہ ڈالنے کا یہ آسان طریقہ معلوم ہوا، اور انہوں نے بھی اپنے لڑکوں کی بولی لگانی شروع کردی اور یہ فکر ہی نہ رہی کہ وہ اس راستہ سے جس دولت کو بٹور رہے ہیں وہ حلال بھی ہے یا نہیں۔

آج کل اس طرح بھیک مانگنے کو لوگ عزت کا معیار سمجھنے لگے ہیں حالاں کہ ماں باپ جو اپنے لڑکے کے نام پر لڑکی والوں سے خطیر رقم کا مطالبہ کرتے ہیں، ان میں اور ڈاکوؤں میں کوئی فرق نہیں ہے، اس لئے کہ ڈاکو گھر میں گھس کر مکینوں کو خوفزدہ کر کے مجبور کرتے ہیں، اس طرح وہ مجبوراً ڈاکوؤں کے ہاتھوں اپنی محنت سے کمائی ہوئی دولت حوالے کردیتے ہیں، بالکل اسی طرح لڑکے والے لڑکی کے والدین کو اس کی لڑکی سے شادی نہ کرنے کا خوف دلا کر اس طرح مجبور کردیتے ہیں کہ وہ اپنی جائز کمائی اپنے ہی ہاتھوں سے مجبوراً لڑکے والوں کے حوالے کردیتے ہیں۔

یہ ظالم ڈاکو بھی ہیں اور فقیر بھی۔ وہ فقیر جو در در پھر کر ''قطرہ قطرہ دریا'' کے مصداق خاطر خواہ رقم اکٹھی کرلیتے ہیں اور اپنی ضرورت پوری کرلیتے ہیں، اسی طرح یہ لڑکے والے (مہذب) فقیر ہیں، ان دونوں میں فرق صرف اتنا ہے کہ وہ کئی در کے بھکاری ہوتے ہیں

اور یہ ایک ہی در کے بھکاری ہوتے ہیں، ان کو ایک ہی در سے اتنا مل جاتا ہے کہ دوسرے در پر جانے کی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوتی۔

اور بعض لٹیرے تو ایسے ہوتے ہیں کہ وہ قسط وار لوٹتے ہیں اور ان کے لوٹنے کا سلسلہ شادی کے بعد بھی برسوں تک رہتا ہے، عید کی سلامی پھر اولاد کی پیدائش کے وقت کی سلامی کے نام پر لوٹنے اور فقیری کرنے کا سلسلہ بھی بالتدریج جاری رہتا ہے، ان مہذب فقیروں کو یہ سمجھ لینا چاہئے کہ وہ قیامت کے دن ظالموں کی صف میں ہوں گے اور لڑکی کے ماں باپ ان پر مقدمہ دائر کریں گے اور وہاں وہ اس ظلم کی سزا سے بچ نہ سکیں گے۔

گھوڑے جوڑے کی رسم کے برے اثرات

اس رسم کی وجہ سے پچھلے اور موجودہ دور میں فرق آیا ہے اس کا احساس ہونا ضروری ہے، اس رسم بد کی وجہ سے جو تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں، ان کو اگلی سطروں میں پڑھئے اور اندازہ لگایئے کہ ایک برائی نے کتنی بیماریوں کو جنم دیا ہے، سچ ہے برائی برائی ہی کا ذریعہ ہوتی ہے۔

(۱) اس رسم کی وجہ سے رفتہ رفتہ لڑکیوں کو مسلم معاشرہ میں بوجھ سمجھا جانے لگا ہے، یہی وجہ ہے کہ ولادت سے پہلے ہی تحقیق کر لی جاتی ہے اور لڑکی کے پیدا ہونے کا علم ہوتے ہی اسقاط حمل کر دیا جاتا ہے اور لڑکا ہونے کا علم ہوتا ہے تو حمل برقرار رکھا جاتا ہے، کیا اس میں انسانیت کی تحقیر نہیں ہے؟۔ آج جب لڑکا پیدا ہوتا ہے تو بہت زیادہ خوشی کا اظہار کیا جاتا ہے اور جب لڑکی پیدا ہوتی ہے تو بوجھ سمجھا جاتا ہے اور یوں سمجھا جاتا ہے کہ یہ نقصان کا سودا ہے۔

(۲) لڑکے والوں کا لڑکی کے والدین سے گھوڑے جوڑے کی رقم مانگنا دراصل انہیں اس بات کی سزا دینا ہے کہ ان کے یہاں لڑکی کیوں پیدا ہوئی؟ کیا لڑکی کے پیدا ہونے میں ان کے ماں باپ کا اختیار تھا؟ حالاں کہ اولاد کی پیدائش کا انحصار اللہ کے اِرادہ پر ہوتا ہے۔

(۳) لڑکے کے والد سے گھوڑے جوڑے کی رقم وصول کرنا دراصل انہیں اس بات کی سزا دیتا ہے، جس میں ان کا اپنا کوئی عمل دخل نہیں، یہ ناروا ظلم نہیں تو اور کیا ہے؟۔

(۴) گھوڑے جوڑے کی رقم کا مطالبہ نکاح (جو کہ رسول رحمت ﷺ کی سنت ہے) کی راہ میں رکاوٹ بنتا ہے، اس لئے کہ لڑکے کے والدین لڑکی کے والدین سے بڑی رقم وصول کرتے ہیں اور لڑکی کے والدین اس رقم کے جمع کرنے کی فکر میں رہ جاتے ہیں جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ لڑکیاں اکثر اوقات شادی سے محروم ہو جاتی ہیں، اللہ کے رسول ﷺ کی ایک سنت کی عمل آوری میں رکاوٹ بننے والے اسلامی تہذیب کیلئے زہریلے سانپ ہیں، جن سے اسلام اور مسلمانوں کو نقصان ہی پہنچ سکتا ہے، ان سے فائدہ کی کوئی اُمید نہیں کی جاسکتی۔

(۵) اسلامی تعلیمات کا تقاضا تو یہ ہے کہ کمزوروں کی کمزوری کو دور کرنے کی فکر کی جائے اور ان کے ساتھ مروت اور ہمدردی کا برتاؤ کیا جائے، یہی وجہ ہے کہ عورت کو مہر کا حق دیا گیا اور ولیمہ کی ذمہ داری مرد پر رکھی گئی، لیکن آج ان اسلامی تعلیمات کو عملاً مسخ کر دیا گیا اور بجائے اس صنف نازک کے ساتھ ہمدردی کرنے کے اس پر ظلم کیا گیا اور اسی سے اپنا حق مانگنے لگے اور گھوڑے جوڑے کی رسم کے نام سے اس کو ہراساں کرنے لگے، معلوم ہوا کہ یہ رسم بد اسلامی تعلیمات کے بالکل خلاف ہے۔

(٦) اس رسم کا ایک بُرا اثر معاشرہ پر یہ پڑتا ہے کہ مرد مرد نہیں رہتا۔ اللہ تعالیٰ نے مرد کو (اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَی النِّسَاءِ) مردوں کو عورتوں کے مقابلہ میں ''قوام'' قرار دیا اور مہر کی ذمہ داری ان ہی پر عائد کی گئی، مگر مردوں نے اپنے منصب کو محض دولت کی لالچ میں فراموش کر دیا جس کے نتیجہ میں عملاً ''قوم'' ہوگئی، یہی وجہ ہے کہ جب گھوڑے جوڑے کی رقم سے عورت مرد کو خرید لیتی ہے تو گھر میں وہی ہوتا ہے جو عورت چاہتی ہے، مرد محض فرمانبردار بن کر رہ جاتا ہے۔

(۷) اس رسم بد کا ایک بُرا اثر یہ ہوتا ہے کہ جب لڑکے کے والدین لڑکے کو لڑکی کے ہاتھوں بیچ دیتے ہیں تو لڑکا شادی کے بعد لڑکی کے گھر والوں کا عملاً غلام بن جاتا ہے پھر وہ رفتہ رفتہ ادھر ہی کا ہو جاتا ہے اور ماں باپ جنہوں نے اس کو لڑکی والوں کے ہاتھوں بیچ دیا، اِدھر مڑ کر بھی نہیں دیکھتا اور اپنے ماں باپ کو ماں باپ ہی نہیں سمجھتا، مال کی طاقت آدمی کو جھکا

دیتی ہے ۔ جب لڑکی والوں نے مال و دولت دے کر اس کو خرید لیا تو پھر یہی کمزری مرد کو عورت اور عورت کو مرد بنا دیتی ہے ، پھر حالت یہ ہوجاتی ہے کہ لڑکا ہمیشہ ذہنی طور پر احساس کمتری کا شکار ہوجاتا ہے، ایسے لڑکوں کے مقابلہ میں وہ خوددار لڑکے جنہوں نے لڑکی سے کوئی مطالبہ نہیں کیا اور اپنی طاقت کے بل بوتے پر اپنے پیروں پر ٹھہرے رہے اور دولت پرستی سے بچے رہے، ایسے لڑکے ہمیشہ خوددار رہتے ہیں اور حقیقت میں مرد اور قوام ہوتے ہیں۔

(۸) اس رسم بد کی وجہ سے مسلم گھرانوں میں دولت کی حرص اور لالچ پیدا ہونے لگی ہے، جو لوگ ایک زمانہ میں اپنے لڑکوں کیلئے ایک باپ کی حیثیت رکھتے تھے وہ دولت کے لالچ میں اب اپنے لڑکوں کے تاجر بننے لگے ہیں۔ محض چند روپیوں کے خاطر اپنی اولاد کو بیچ دینا اور باپ بیٹے کے درمیان جو اٹوٹ رشتہ ہوتا ہے، اس میں دراڑ پیدا کر لینا، کیا اخلاق کی گراوٹ کی علامت نہیں ہے؟۔

(۹) اس رسم بد کی وجہ سے نچلے طبقہ میں پیدا ہونے والی لڑکیاں شوہروں سے محروم ہوجاتی ہیں، یہاں تک کہ ان کی جوانی ڈھلنے لگتی ہے اور بعض اوقات وہ سیدھے راستہ سے نکل جاتی ہیں اور خلاف شرع راستہ اختیار کر لیتی ہیں۔

(شادی کی رسمیں)

امام ضامن

شادی کے موقع پر جو رسومات رواج پا گئی ہیں، ان میں ایک رسم امام ضامن باندھنے کی ہے، اس کی نوعیت یہ ہوتی ہے کہ جب کوئی لمبے سفر پر روانہ ہوتا ہے یا کسی کی شادی ہوتی ہے تو سفر کرنے والے کو یا دولہا بننے والے کو امامِ ضامن باندھا جاتا ہے ، یہ ہرے کپڑے یا بازار سے خریدے ہوئے زرین فیتے کا ہوتا ہے، جس میں پانچ روپئے پچیس پیسے سکہ کی شکل میں باندھتے ہیں اور بعد میں انہیں خیرات کر دیا جاتا ہے (پتہ نہیں کس فقیر نے یہ پلان بنایا ہے؟)۔ لوگوں کا خیال ہے کہ مسافر اور دولہا اس کی وجہ سے ہر قسم کے شر سے محفوظ ہوتے

ہیں، اگر امام ضامن اس نیت سے باندھا جارہا ہے کہ اس سے آدمی ہر نقصان سے محفوظ رہے گا تو اس قسم کا خیال رکھنے والوں کو چاہئے کہ وہ اس حقیقت کو جان لیں کہ اسلام کا سب سے اہم اور بنیادی عقیدہ توحید اور اللہ کو ایک ماننا ہے، اللہ کو ایک ماننے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ صرف زبان سے اللہ کے ایک ہونے کا اقرار کرلیا جائے بلکہ اللہ کو ماننے میں یہ بات بھی شامل ہے کہ اللہ ہی کی ذات نفع اور نقصان پہنچا سکتی ہے، دنیا کی بڑی سے بڑی ہستی بھی وہ فائدہ نہیں پہنچا سکتی جو خدا کو منظور نہ ہو۔

ایک مومن اور مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہمیں اسلامی تعلیمات کے مطابق اللہ کی ذات پر بھروسہ کرنا چاہئے ، نہ کہ کسی اور چیز پر، نبی رحمت ﷺ کی تعلیمات یہی ہیں کہ اللہ پر بھروسہ ہو اور خیر وشر کے اسی طرف سے آنے کا یقین دل میں ہو۔ بہر حال اما مضامن باندھنے کی رسم غیر اسلامی رسم ہے اور صریح طور پر بدعت ہے، سنت سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

سہرا باندھنا غیر اسلامی عمل ہے

شادی کے موقع پر ایک اور رسم بہت زیادہ عام ہے، وہ ہے دولہے کو اندھا بنانے کی رسم یا دوسرے الفاظ میں دولہے کو پردے میں رکھنے کی رسم، یعنی حقیقتاً اندھا بنانا یا حقیقتاً پردے میں رکھنا نہیں بلکہ اندھوں کے مانند اور عورتوں کے مانند بنانا ہے۔ اس لئے کہ سہرا مختلف علاقوں میں مختلف قسم کا ہوتا ہے، کرناٹک کا سہرا الگ اور حیدرآباد کا سہرا الگ۔ کسی جگہ سہرے کی شکل یہ ہوتی ہے کہ چہرے پر پورے پھول ہوتے ہیں جس کی وجہ سے دولہے کا چہرہ نظر ہی نہیں آتا اور بعض علاقوں میں سہرے کی بناوٹ باقاعدہ لباس کی طرح ہوتی ہے جیسے صدری پہنائی جاتی ہے، سہرا بھی پہنایا جاتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا شریعت میں اس کو کوئی گنجائش ہے؟ ہرگز نہیں! اس لئے کہ نکاح سنت ہے اور ظاہر ہے کہ جو چیزیں سنت سے ثابت ہوں اس میں اپنی طرف سے اضافہ جائز نہیں۔ آپ ﷺ نے نہ خود اس طرح کی کوئی چیز پہنی اور نہ آپ ﷺ کے صحابہ کرامؓ نے۔ اس لئے سہرا باندھنا غیر شرعی اور غیر اسلامی عمل ہے، اس سے بچنا چاہئے اور نکاح کے

مبارک موقعہ پر کوئی ایسا کام نہیں کرنا چاہئے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی ناراضگی کا باعث ہو۔

ویڈیو گرافی ایک ناسور

آج کل شادی اور ولیمہ کی تقریبوں میں خصوصاً ویڈیو گرافی کا سلسلہ زوروں پر چل پڑا ہے وہ لوگ جو اپنے شادی کے رقعوں پر النکاح من سنتی جیسی حدیثیں بڑے اہتمام سے لکھتے ہیں، وہ بھی اپنی ان تقریبوں میں ویڈیو گرافی میں مبتلا ہیں اور آج کل اس کو ایک ضرورت کی چیز بنالیا گیا ہے تاکہ لڑکے اور لڑکی کے درمیان منعقد ہونے والے نکاح کیلئے یہ بے جان چیز گواہ رہے۔ جب اخلاق میں گراوٹ آتی ہے تو آدمی اپنی جنس پر ہی بھروسہ نہیں کرتا، نکاح کیلئے شریعت نے دو گواہ رکھے، مگر اب ان دو گواہوں کی گواہی کو بالائے طاق رکھ کر ویڈیو کی گواہی کو مقدم سمجھا جاتا ہے اور یہی ایک عذر لنگ ہے جس کی بنیاد پر اس کو رواج میں لایا گیا ہے اور حقیقت تو یہ ہے کہ ہر پردے کی چیز کو باہر لانا اور اسلامی طریقہ کو ختم کرنا ہی اس کا بنیادی مقصد ہے۔ ادھر دولہے کے اپنے گھر سے نکل کر شادی خانہ آنے سے لے کر اس کے اپنے مقام پہنچنے تک اور ادھر دلہن کے شادی خانہ پہنچنے سے لے کر دولہے کے گھر پہنچنے تک تمام حرکات و سکنات کو ویڈیو گرافی کے ذریعہ محفوظ کرلیا جاتا ہے اور پھر یہ تماشا سب مل کر حسب منشاء دیکھ لیتے ہیں، ایسی صورت میں پردے کا تو کوئی تصور ہی نہیں کیا جاسکتا۔

اس لئے کہ ویڈیو گرافر جو نامحرم ہوتے ہیں بلکہ ان میں سے بعض تو دوسرے مذہب کے بھی ہوتے ہیں، ان کو اس طرح گھر کے اندر آنے اور ہر منظر کی منظر کشی کی اجازت دی جاتی ہے کہ وہ گویا فردِ خاندان ہیں، بعض مرتبہ تو وہ ایسی جگہوں پر بھی پہنچ جاتے ہیں، جہاں خود گھر والا نہیں پہنچ پاتا۔ دلہن اور دلہن کی سہیلیوں کی ہنسی مذاق اور ان کے بے تکلفیوں اور ان کے بے حیائیوں کے مناظر کو اخذ کرلیا جاتا ہے اور پھر موقع بموقع سب کے سب جس میں محرم بھی ہوتے ہیں اور نامحرم بھی بغیر کسی جھجک کے دیکھتے ہیں اگر دولہا باغیرت ہو تو ظاہر ہے کہ وہ اس قسم کی اجازت ہرگز نہیں دے سکتا کہ اس کی ہونے والی بیوی جو دلہن بن کر بیٹھی

ہے، اس سے ویڈیو گرافی کرنے والے اور اس ڈرامہ کو دیکھنے والے لطف اندوز ہوں، ایک مومن مرد کے اندر اتنی تو غیرت ہونی چاہئے کہ اس کی بیوی دوسروں کی نگاہوں کی دلچسپی کا ذریعہ نہ بنے۔

ویڈیو گرافی کے بارے میں شریعت کے احکامات تو یہی ہیں کہ بلاضرورت شرعی تصویر کھینچنا ور کھنچوانا دونوں کبیرہ گناہ ہیں، بلکہ حرام ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تصویر کشی کرنے والا عذاب کا مستحق ہے۔ (بخاری)۔

آج کل لوگوں کے اندر یہ احساس ہی مردہ ہو چکا ہے کہ وہ کبھی یہ نہیں سوچتے کہ جس مبارک اور مسنون نکاح کی مجلس میں ہم بیٹھے ہیں اور جہاں اتقوا اللّٰہ اتقوا اللّٰہ والی آیتوں کے ذریعہ بار بار تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے، وہیں اللہ سے نہ ڈرنے کے مناظر پیش کئے جا رہے ہیں، قاضی صاحب خطبہ نکاح پڑھ رہے ہیں اور اللہ کا کلام پڑھ رہے ہیں جس کا سننا واجب اور باعث ثواب ہے، اس مجلس میں ویڈیو گرافی ہو رہی ہے، بات تقویٰ کی کہی جا رہی ہے اور عمل تقویٰ کے خلاف ہو رہا ہے، اور ایمان کی کمزوری اس قدر ہے کہ نہ دولہا روک سکتا ہے اور نہ دولہے کے سرپرست، نہ مدعو حضرات اور نہ ہی اس مجمع میں موجودہ دینی رہنما، سب کی زبانیں خاموش ہیں اور خود بھی اس میں شریک ہیں اور جب کسی سے پوچھا جاتا ہے کہ ویڈیو گرافی کیوں ہوئی تو دلہن والے کہتے ہیں کہ دولہے والوں کی خواہش ہے اور دولہے والے کہتے ہیں کہ دلہن والوں کی خواہش ہے، اور حقیقت یہ ہوتی ہے کہ دونوں اس میں برابر کے شریک ہوتے ہیں۔ یہاں دراصل اپنے اپنے ایمان کا امتحان ہوتا ہے۔

غیرت اور حیاء کہاں چلی گئی؟

یہ ایک حقیقت ہے کہ بے حیائی اور ایمان یہ دونوں ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے مومن و مسلمان کا تصور حیاء کے بغیر ہو ہی نہیں سکتا اور حیاء کا تقاضہ یہ ہے کہ شوہر، باپ، بھائی وغیرہ اس بات کا پورا پورا لحاظ رکھیں کہ اس کی بیوی، بیٹی یا بہن کہیں کسی نامحرم کی نگاہ کا شکار تو نہیں

ہورہی ہیں؟ اگر شوہر اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے کہ اس کی بیوی دوسروں کی نگاہ کا مرکزی بنی ہوئی ہے، اور اس کے باوجود اس کے دل میں بے چینی پیدا نہیں ہورہی ہے اور وہ اس عمل بد پر مطمئن بھی ہے تو پھر یہ سمجھ لینا چاہئے کہ اس کے ایمان میں کمزوری ہے۔ وہ سب کچھ ہے مگر ایک باحیا انسان نہیں ہے۔ اس تمہید کے ذریعہ دراصل ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ نکاح اور متعلقات نکاح کی تقاریب کے دوران جو ویڈیوگرافی اور تصویرکشی ہوتی ہے تو ظاہر ہے کہ دلہن زیب وزینت کا سرچشمہ بن کر بیٹھی ہوگی اور ادھر دولہے میاں اپنے اسٹیج پر رونق افروز ہوں گے جس دلہن کو زیب وزینت کے ذریعہ حسین وجمیل بنایا گیا ہے وہ تو صرف اور صرف اس کے شوہر کیلئے ہے مگر سوئے قسمت کہ شوہر تو دولہا بنے بہت دور بیٹھا ہوا ہے اور ادھر ویڈیوگرافی اور تصویرکشی دلہن کی ہورہی ہے تو سارا لطف تو ویڈیوگرافی اور فوٹوگرافر لے رہے ہیں جو نامحرم ہیں بلکہ بعض اوقات کسی دوسرے مذہب کے آدمی بھی ہیں، دولہے میاں پوری طرح جانتے ہیں کہ ان کی دلہن کے اطراف ویڈیوگرافروں کا ہجوم ہے، ہر ایک ویڈیوگرافر اس قدر گہرائی سے دلہن کا جائزہ لے رہا ہے کہ دولہے میاں بھی بعض مرتبہ اس طرح جائزہ نہیں لیتے، دلہن کی ہر ہر حرکت کو ویڈیوگرافر نہ صرف دیکھتے ہیں بلکہ موقع بموقع خاندان کے سارے لوگ اور دولہے میاں کے سارے دوست واحباب کے دیکھنے کا موقع فراہم کرتے ہیں تاکہ جب چاہیں یہ مناظر دیکھتے رہیں۔

یہ منظر دیکھنے والے جتنے لوگ ہوتے ہیں کیا یہ سب ایسے مخلص ہوتے ہیں کہ دلہن، دلہن کی سہیلیوں اور تقریب میں شریک دیگر عورتوں کے حسن سے لطف ہی نہیں لیتے اور استغفر اللّٰہ پڑھتے ہوئے آنکھ بند کر کے بیٹھ جاتے ہیں یہ تو ہو ہی نہیں سکتا، ہر انسان کے پیچھے نفس وشیطان تو لگے ہوئے ہیں۔

ہم ان نوجوانوں سے جن کا نکاح ابھی نہیں ہوا انہیں مشورہ دیتے ہیں کہ وہ اپنی دلہن کو نکاح بلکہ منگنی کے وقت سے ہی دوسروں کی نگاہ سے محفوظ رکھیں، اگر وہ اس مشورہ پر راضی نہیں ہیں کیا انہیں یہ پسند ہے کہ جس عورت کو انہوں نے الحمد للہ کے ذریعہ اپنے لئے حلال کرلیا ہے اس عورت سے کوئی دوسرا لطف اُٹھائے، اس کی اجازت نہ شریعت دیتی ہے اور نہ ہی کسی عقلمند کی

عقل۔نکاح مسنون ہے اور مسنون عمل کے دوران حرام کا ارتکاب حرام در حرام ہے۔

ویڈیو گرافی کا حکم

نکاح ایک شرعی حکم ہے، جس کو ماثور طریقہ پر ادا کرنا چاہئے اور جو کچھ آتشبازی، گھوڑا جوڑا، سہرا، فوٹوکشی، ویڈیو گرافی، نامحرموں سے ہنسی مذاق، اسراف، نام ونمود ونمائش، بارات وغیرہ مجموعۂ خرافات ہیں اور غلط رسومات ہیں یہ سب اس قابل نہیں کہ انہیں اختیار کیا جائے، ایسی شادیوں میں شریک ہونا بھی غلط ہے، پوری طرح ایسی تقریبوں سے پرہیز کیا جائے۔(فتاوی محمودیہ کتاب النکاح، جلد ۱۱)۔

نکاح کے بہانے مسجد کو تفریح گاہ بنانا اور مسجد میں ایسے موقعوں پر تصویر لینا بدترین کام ہے اور کئی حرام امور کا مجموعہ ہے اور احترام مسجد کے منافی ہے، مسجد کی انتظامیہ کا فریضہ ہے کہ وہ نکاح یا کسی بھی موقع پر کسی کو مسجد میں تصویر کشی کی اجازت نہ دے۔(آپ کے مسائل اوران کا حل۔جلد دوم)۔

ویڈیو گرافی اور فتویٰ

کیا فرماتے ہیں علمائے اُمت ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ آج کل شادی بیاہ، منگنی کی رسم، ولیمہ وغیرہ کی تقریبات کے موقع پر تصویر کشی اور ویڈیو گرافی کا رواج عام ہے اور یہ کہا جاتا ہے کہ ویڈیو گرافی اس لئے ہورہی ہے کہ یہ بطور گواہ رہے تاکہ ناگہانی صورتوں میں کام آسکے، کیا محض اس بنیاد پر ان دونوں حرام امور کی اجامت دی جاسکتی ہے، کیا ایسی مجلسوں اور محفلوں میں شرکت کی اجازت ہے، نیز ایسی مجلسیں جہاں قوالی، گانا بجانا اور ناچنا ہوتا ہے، شرکت کی اجازت ہے یا حرام ہے؟ براہ کرم ان امور کا مفصل جواب عنایت فرمائیں۔ فقط۔

عاجز وعاصی

غیاث احمد رشادی

الجواب وباللّٰہ التوفیق

(۱) شریعت میں جو باتیں مطلوب ہیں ان کیلئے بھی ضروری ہے کہ جائز ذرائع ہی اختیار کئے جائیں، ناجائز ذریعہ سے جائز تو کیا مستحب مقاصد کا حاصل کرنا بھی درست نہیں، نکاح کیلئے گواہ بنانا شریعت میں مطلوب ہے اور اس کا اعلان و اظہار محبوب ہے لیکن دو گواہوں کی موجودگی نکاح کے منعقد ہونے کیلئے کافی ہے اور حاضرین کو مطلع کردینا مستحب ہے، ویڈیوگرافی اور فوٹوگرافی نہ گواہی کیلئے ضروری ہے اور نہ اعلان واظہار کے لئے، اس لئے اس کی قطعاً گنجائش نہیں ہے، بلکہ ایک مبارک مجلس کو گناہ سے آلودہ کرنے کی وجہ سے یہ گناہ بالائے گناہ اور نکاح میں برکت کے بجائے بے برکتی کا باعث ہے، اس لئے نہ نکاح کی فوٹوگرافی اور ویڈیوگرافی جائز ہے اور نہ ایسی مجلسوں میں شرکت جائز ہے۔

(۲) جب مجلس میں قوالی، گانا بجانا اور رقص ہو، اس گناہ اور معصیت کی مجلس میں اور اس میں شرکت جائز نہیں بلکہ اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی وجہ سے سخت گناہ ہے، اور اس نکاح میں بھی بے برکتی کا اندیشہ ہے، اللہ تعالیٰ ایسے شرور اور نفس کی بے جا تاویلات سے ہم سب کی حفاظت فرمائے۔ آمین۔ (وباللّٰہ التوفیق وھو المستعان)۔

حررہ (مولانا خالد سیف اللہ رحمانی (مدظلہ) ناظم المعہد العالی الاسلامی، حیدرآباد

نکاح مسجد میں

آج کل مسجد میں نکاح منعقد کرنے کو معیوب سمجھا جارہا ہے اور شادی خانوں میں نکاح منعقد کرنے کو ترجیح دی جارہی ہے اور اس کو عزت اور خاندانی وقار کا ذریعہ سمجھا جارہا ہے کہ نکاح شادی خانوں میں منعقد ہو، اور یہ بات ذہنوں میں ہے کہ مسجد میں نکاح اسی وقت کیا جاتا ہے جب کہ کوئی لاورث ہو یا اس کا دوسرا نکاح ہورہا ہو حالانکہ مطلق ہر ایک کے نکاح کے بارے میں خود رسول رحمت ﷺ نے فرمایا کہ:

وَاجْعَلُوهُ فِي الْمَسَاجِدِ

کہ نکاح میں مسجدوں میں کیا کرو

الحمدللہ اس وقت مختلف علاقوں میں مختلف تنظیمیں مسجدوں میں نکاح منعقد کرنے پر عوام کو زور دے رہی ہیں، شہر بنگلور وغیرہ میں اس کے اچھے اثرات نمایاں ہورہے ہیں بڑے بڑے مالدار بھی شادی خانوں کے بجائے مسجد میں نکاح کررہے ہیں، قابل مبارکباد ہیں وہ علماء کرام جو اس معاملہ میں جستجو کررہے ہیں، جس سے غریبوں کو اپنی لڑکیوں کے نکاح کرنے میں آسانی میسر ہوگی، اس تحریک کو دوسرے علاقوں میں بھی زندہ کرنا چاہئے۔

خطبہ نکاح سے غفلت

جب نکاح مسجد میں منعقد کیا جاتا ہے تو عموماً خطبۂ نکاح سکون اور خاموشی سے سنا جاتا ہے لیکن جب شادی خانوں میں نکاح کی مجلس منعقد ہوتی ہے اور قاضی صاحب خطبۂ نکاح پڑھنا شروع کرتے ہیں تو بڑوں کی گفتگو اور بچوں کے شور کا سلسلہ نہیں رکتا، ایسا محسوس ہوتا ہے کہ خطبۂ نکاح کی کوئی اہمیت ہی نہیں ہے، بس قاضی صاحب کے قریب چند لوگ بیٹھے ہوئے ہوتے ہیں وہی خطبہ پر تھوڑی بہت توجہ دیتے ہیں، باقی نکاح میں شرکت کرنے والے سارے لوگ اپنے اپنے کاموں میں مصروف رہتے ہیں، حالاں کہ نکاح میں خطبۂ نکاح اور ایجاب وقبول کا معاملہ اہم ہوتا ہے اور سب اسی لئے شریک ہوتے ہیں تاکہ نکاح میں شریک رہیں، لیکن اس طرف ہی توجہ نہیں دی جاتی، خطبۂ نکاح کا سننا واجب ہے اور اس وقت خاموش رہنا ضروری ہے، خطبۂ نکاح کا احترام کرنا چاہئے۔ منتظمین اگر اس وقت تھوڑی سی توجہ دیں تو یہ معاملہ قابو میں آسکتا ہے۔

وقت کی ناقدری

جنوبی ہندوستان کے اکثر علاقوں میں دعوت ناموں میں نکاح کا ایک مقررہ وقت لکھا جاتا ہے لیکن عموماً مقررہ وقت پر نکاح نہیں ہوتا اور لوگ وقت پر آنے کی سزا بھگتتے بیٹھتے ہیں، یہ تو شادی خانوں کا حال ہے۔ اب تو جو نکاح مسجدوں میں ہوتے ہیں، وہاں بھی وقت کی پابندی

نہیں ہوتی۔عصر کے بعد نکاح کا اعلان ہوتا ہے اور کبھی عشاء کی نماز بھی ہوجاتی ہے، نکاح کی مجلس شروع نہیں ہوتی اور ایسے اوقات میں تاخیر کی وجوہات کئی ہیں۔پہلی وجہ ''دولہے میاں کی تاخیر سے آمد'' ہے، پوچھا جاتا ہے کہ دولہے صاحب نہیں آئے تو جواب ملتا ہے کہ ابھی غسل کررہے ہیں یا راستوں میں آتشبازی اور ناچنے میں مصروف ہیں یا کسی مطالبہ کے مکمل نہ ہونے کی وجہ سے ناراض ہوکر بیٹھ گئے ہیں اور شادی خانہ آنے سے انکار کررہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ جب تک ہیرو ہونڈا نہیں دی جائے گی نہیں آؤں گا، اکثر وبیشتر دولہے کی وجہ سے تاخیر ہوتی ہے، اور مجلسِ نکاح کے انعقاد میں تاخیر کی دوسری وجہ قاضی صاحب ہوتے ہیں، پوچھا جاتا ہے کہ نکاح کیوں نہیں ہوا تو کہا جاتا ہے کہ قاضی صاحب نہیں ہیں، اب قاضی صاحب کی تلاش میں چاروں راستوں پر چاروں کو روانہ کیا جاتا ہے اور یوں بھی قاضی صاحب کا سیزن ہوتا ہے وہ اپنے سیزن کے دنوں میں دولے کا انتظار نہیں کرتے۔دوسرے نکاح میں چلے جاتے ہیں ورنہ ان کا نقصان ہوجاتا ہے اور جب یہ کہا جاتا ہے کہ قاضی صاحب کی غیر موجودگی میں دوسرے ہی نکاح پڑھادیں تو لنگڑا قانون پیش کیا جاتا ہے کہ قاصی کے سوا دوسرا کوئی نکاح نہیں پڑھ سکتا۔اس لئے کہ کاغذی کارروائی ابھی تک نہیں ہوئی ہے، اور نکاح کے انعقاد میں تاخیر کی تیسری وجہ دلہن کی آمد ہوتی ہے لیکن ایسا نسبتاً کم ہوتا ہے مگر ایسی صورتیں بھی ہوتی ہیں کہ قاضی صاحب بھی مجلس میں موجود اور دولہے میاں بھی موجود، گواہ اور وکیل بھی موجود اور شرکاء بھی موجود، اس کے باوجود سب خاموش بیٹھے ہوتے ہیں، پوچھا جاتا ہے کہ کیا مسئلہ ہے؟ تو جواب ملتا ہے کہ دلہن ابھی تک نہیں آئی ہے، آخر تاخیر کی وجہ کیا ہے، تو جواب ملتا ہے کہ دلہن بیوٹی پارلر گئی ہوئی ہے، کیا بیوٹی پارلر جانے کا یہی وقت ہے؟ اور کیا بیوٹی پارلر میں اسلامی قوانین کے مطابق میک اپ ہوتا ہے۔اس طرح مغربی تہذیب کے دلدادہ اسلامی قوانین کو فراموش کردیتے ہیں۔اور کبھی تاخیر اس وجہ سے بھی ہوتی ہے کہ ساری مجلس بیٹھی ہوئی ہے دولہے میاں، قاضی صاحب اور مدعو حضرات سب ہیں لیکن سب خاموش منتظر ہیں، پوچھا جاتا ہے کہ اب کس کا انتظار ہے؟ تو جواب ملتا ہے کہ دلہن کی دستخط لینے کیلئے گواہاں تشریف لے گئے ہیں، کیا یہ ممکن نہیں کہ دلہن کی دستخط

پہلے ہی لے لی جائے؟ اور بعض اوقات تو دلہن کی دستخط لانے میں گھنٹوں لگ جاتے ہیں۔

شادی میں بلانے والے میزبان ہوتے ہیں اور شرکت کرنے والے مہمان ہوتے ہیں، میزبان کی ذمہ داری یہ بھی ہے کہ وہ مہمانوں کے وقت کا لحاظ رکھیں اور وقت پر مجلس نکاح منعقد کردیں اور انہیں وقت پر جانے کی اجازت دے دیں، صرف دولہے کی وجہ سے یا قاضی صاحب کی وجہ سے یا دلہن کے میک اپ کی وجہ سے سینکڑوں لوگوں کے وقت کو ضائع کرنا کوئی عقل مندی کی بات نہیں ہے۔

وقت کی پابندی کے معاملہ میں ٹامل ناڈو کے ضلع نارتھ آرکاٹ اور کرناٹک کے اکثر شہروں اور دیہاتوں کا یہ نظام قابلِ تحسین اور لائق تقلید ہے کہ نکاح کا ایک وقت متعین کیا جاتا ہے، مثلاً گیارہ بجے صبح تو وقت پر بغیر کسی تاخیر کے لوگ بھی آجاتے ہیں۔ دولہا بھی وقت پر آجاتا ہے، دلہن کے لوگ بھی تیار رہتے ہیں اور اس علاقہ کی مسجد کے امام صاحب اور کمیٹی کے لوگ وقت کی پابندی کے ساتھ مقام نکاح پر پہنچ جاتے ہیں، وقت ہوتے ہی سامعین سے اجازت طلب کی جاتی ہے اور خطبہ نکاح پڑھ دیا جاتا ہے، ہاں! پانچ دس منٹ یا پندرہ بیس منٹ کی تاخیر کبھی ہوجاتی ہے، لیکن عموماً وقت پر ہی نکاح کی مجلس منعقد ہوتی ہے ۔بعض علاقوں میں یہ اچھا دستور ہے کہ اگر نکاح میں دولہا یا دلہن والوں کی طرف سے تاخیر ہوجاتی ہے تو محلّہ کی کمیٹی ان پر جرمانہ عائد کرتی ہے اور وہ جرمانہ دینے پر مجبور ہوتے ہیں، ان علاقوں میں قاضی صاحب کی آمد کا بھی مسئلہ نہیں ہے اس لئے کہ مسجد میں نکاح کا دفتر ہوتا ہے اور دولہے والے یا دلہن والے اپنی مرضی کے مطابق کسی سے نکاح پڑھوا لیتے ہیں یا مقامی مسجد کے امام صاحب خطبۂ نکاح پڑھ دیتے ہیں۔

نکاح کے بعد مبارکباد اور دعاء

مسلمان جب کسی دوسر مسلمان کو اچھی حالت میں دیکھتا ہے تو وہ خود بھی خوش ہوتا ہے اور ایسے موقعوں پر اپنی خوشی کا اظہار بھی کرتا ہے، ظاہر ہے کہ نکاح کا موقع بھی خوشی کا موقع ہے اور

دنیا میں مختلف قومیں بھی شادی اور نکاح کے موقع پر مبارکبادی دینے کیلئے مختلف طریقے اختیار کرتے ہیں اور یہ ایک فطری بات ہے کہ دل میں یہ جذبہ پیدا ہوتا ہے کہ دوسروں کی خوشی کے موقع پر کچھ خوشی کے کلمات کہہ دئے جائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اس موقع کیلئے اپنی تعلیم اور عمل سے یہ طریقہ مقرر فرمایا کہ دونوں کیلئے اللہ سے برکت کی دعاء کی جائے، جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تم کو بھرپور خیر اور بھلائی نصیب فرمائے اور اپنے کرم کے بادل برسائے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی ایسے آدمی کو جس نے نکاح کیا ہو مبارک باد دیتے تو یوں فرماتے:

بارك اللّٰہ لک و بارك علیکما وجمع بینکما فی خیر

اللہ تم کو مبارک کرے، تم دونوں پر برکت نازل فرمائے اور خیر اور بھلائی میں تم دونوں کو ہمیشہ متفق اور مجتمع رکھے۔ (مسند احمد وترمذی)۔

جلوہ

جب نکاح ہو جاتا ہے اور لوگ کھانے وغیرہ سے فارغ ہو جاتے ہیں تو رخصتی کے وقت ایک رسم ہوتی ہے، جس کا نام ''جلوہ'' ہے۔ اس رسم کے طریقے مختلف ریاستوں اور علاقوں میں مختلف ہوتے ہیں، تاہم بعض علاقوں میں جلوہ کے موقع پر دلہن کو سب کے سامنے بٹھایا جاتا ہے، دولہے اور دلہن کے رشتہ دار دوست واحباب اور خواتین کی ایک جماعت بے پردہ سب کے سامنے ہوتی ہے۔ اسٹیج پر دو کرسیاں رکھ دی جاتی ہیں، ان پر دولہے اور دلہن کو بٹھا دیا جاتا ہے اور دلہا دلہن کو آئینہ میں دیکھتا ہے اور اس وقت دودھ پلایا جاتا ہے، اس وقت دولہا اور دلہن پر ایک لال کپڑا سایہ کے طور پر لٹکایا جاتا ہے، شاید ان کے ذہنوں میں یہ بات ہو کہ آسمان ان کے دودھ پینے کو نہ دیکھ لے، پھر دلہن کے سارے رشتہ دار آ کر یکے بعد دیگرے دلہن سے ملتے ہیں۔ ان میں محرم بھی ہوتے ہیں، نامحرم بھی، سب ہاتھ پکڑ کر دلہن کو تسلی دیتے ہیں اور دلہن ان سے مل کر خوب جی بھر کر روتی ہے۔ دلہن کے ماں باپ دونوں بالخصوص رخصتی کی ملاقات کرتے ہیں اور یہ سارا منظر سب کے سب دیکھتے رہتے ہیں، پردہ کا

تو یہاں نام و نشان بھی نہیں ہوتا، اور آخر میں دولہے کے سرپرست اور دلہن کے سرپرست آپس میں ایک دوسرے کے ہاتھ پکڑ کر کچھ وعدے کرتے ہیں، اس وقت عموماً دلہن کے سرپرستوں کی آنکھوں میں آنسو رہتے ہیں اور دولہے والے بھی کچھ ان کے آنسوؤں سے متاثر نظر آتے ہیں، عموماً دلہن کے سرپرست اور دولہا کے سرپرست (مرد وعورت) آپس میں ایک دوسرے کے محرم نہیں ہوتے مگر ایک دوسرے کے ہاتھ پکڑ کر نصیحتیں شروع کر دیتے ہیں حالاں کہ نامحرم کا ہاتھ پکڑنا ازروئے شریعت حرام ہے۔

جلوہ ہونے کے بعد جب سب کا رونا دھونا ختم ہوجاتا ہے تو رخصتی کے وقت دلہن کے بھائی یا کوئی اور دلہن کو سواری تک اُٹھا کر لے جاتے ہیں، یہ ساری کی ساری چیزیں ایسی ہیں جو سنت سے تعلق نہیں رکھتیں، یہ سب دوسری قوموں کی رسمیں ہیں جو مسلمانوں نے اپنے لئے لازم کر لی ہیں ان رسومات کو مٹا دینا چاہئے اور اسلامی طریقہ کے مطابق نکاح کرنے کی فکر کرنی چاہئے۔

نکاح کو آسان بنایئے

دنیا کا اصول یہ ہے کہ جو چیز جتنی اہم اور ضروری ہوتی ہے اس چیز کے حاصل کرنے کی آسان تدبیریں کی جاتی ہیں اور ہر آدمی یہی چاہتا ہے کہ ضرورت کی ہر چیز بآسانی حاصل ہوجائے، چوں کہ فطری جذبات کی وجہ سے ہر مرد اور عورت کیلئے نکاح ایک اہم ضرورت ہے، عقل مندی کا تقاضا یہی ہے کہ اس اہم ضرورت کو مشکل ترین بنانے کے بجائے سہل ترین بنانے کی عملاً کوشش ہر جانب سے کی جائے۔

لیکن صد ہزار افسوس کہ یہ دور جیسے جیسے دورِ رسالت سے دور اور قیامت سے قریب ہوتا جا رہا ہے، اسی قدر اس اہم مسئلہ کو پُر پیچ بنایا جا رہا ہے حالاں کہ نبی رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

اعظم النکاح برکة ایسره مؤنة ۔ (بیہقی)۔

وہ نکاح بہت بابرکت ہے جس کا بار کم سے کم پڑے۔

جو لوگ نکاح کو مشکل بنا لیتے ہیں وہ یقیناً برکتوں سے محروم ہوجاتے ہیں، آج ہم جن پریشانیوں میں مبتلا ہیں اور خاص کر گھریلو زندگی میں جو الجھنیں اور پریشانیاں موجود ہیں، ان کا

سب سے بڑا سبب یہی ہے کہ نکاح کے بارے میں جو ہدایات آپ ﷺ نے ہمیں دیں، ہم ان سے اعراض کر کے آسمانی برکات اور خداوندی عنایات سے محروم ہوگئے ہیں۔

نکاح کی مختلف رسمیں

بعض علاقوں میں لال کپڑے میں لپٹی ہوئی چھری جس کی نوک پر لیموں چبھا ہوا ہوتا ہے، دولہے کے ہاتھ میں تھمادی جاتی ہے، یہ من گھڑت رسم جنوبی ہندوستان کے دیہاتوں میں رائج ہے، شریعت میں اس کی بھی کوئی اصل نہیں ہے۔

بعض علاقوں میں نکاح سے پہلے رات میں تمام مردوں اور عورتوں کے سامنے دولہے کو لال کپڑا بچھی ہوئی کرسی پر بٹھادیا جاتا ہے، سارے اہل خاندان، دوست واحباب، محرم، نامحرم سب کے سب دولہا کے ہاتھ پر صندل لگاتے ہیں اور پانچ، دس، پچاس اور سو روپۓ اس کے اوپر وار کر ایک طبق جو دولہا کے سامنے رکھا ہوا ہوتا ہے ڈال دیتے ہیں، بعض بڑی بوڑھی عورتیں جن کی ناپاک رہبری ہی میں یہ ساری رسمیں انجام پاتی ہیں جو ان من گھڑت رسموں کی موجد ہوتی ہیں، دولہے کی بلایاں لیتی ہیں، یہ بلایاں کیا لیتی ہیں بلکہ بلائیں دیتی ہیں۔

بعض علاقوں میں بارات آنے سے پہلے دلہن کے گھر سے مختلف قسم کی کھانے کی چیزیں دولہے کے گھر روانہ کی جاتی ہیں، جس کو ان کی زبان میں ''نہیاری'' کہا جاتا ہے، اس میں مختلف قسم کے پکوان ہوتے ہیں اور تقریباً پینتیس قسم کی چیزیں ہر ایک فرد جس میں خاندان کے مرد عورت، بچے بڑے سب ہی ہوتے ہیں ایک ایک چیز اپنے اپنے ہاتھوں میں لئے پیدل یا سواری سے جاتے ہیں اور وہاں پہنچ کر دولہے کا رسم کیا جاتا ہے، اس میں بھی خلافِ شریعت بے پردگی کے ساتھ بہت سی رسمیں انجام دی جاتی ہیں، جن کا شریعت سے کوئی تعلق نہیں ہوتا اور اس وقت دولہے اور دلہن کی طرف کے مرد اور عورتیں بے تحاشا اور بلا جھجک وخوف آپس میں مذاق کرتے ہیں۔

بعض علاقوں میں شادی سے دو دن پہلے منڈوے کی رسم اور شادی سے ایک دن پہلے تیل ہلدی کی رسم ہوتی ہے، جس میں بھی بعض غیر اسلامی رسوم ہوتے ہیں۔

بعض علاقوں میں دولہا اور دلہن جب شادی کے بعد دولہے کے گھر آتے ہیں تو دولہے کے خاندان والے دولہا اور دلہن پر لال پیلا پانی وار کر دائیں اور بائیں جانب پھینک دیتے ہیں، پتہ نہیں یہ کس مذہب سے چرائی گئی رسم ہے؟۔

بعض دیہاتوں میں اتنی جہالت مسلمانوں میں ہے کہ شادی سے پہلے دولہا اور دلہن کو خاص مندروں میں لے جاتے ہیں اوران کے اطراف ان دونوں کو پھراتے ہیں اوراس کو ضروری سمجھتے ہیں۔اللہ حفاظت فرمائے۔

بعض علاقوں میں دلہن کومنجا بٹھانے کا رواج ہے،شادی سے دوچار دن قبل ہی دلہن کو بٹھانے کی رسم ہوتی ہے۔

شادی سے ایک دن قبل سانچک کی رسم بھی ہوتی ہے، اس میں بھی مختلف علاقوں میں مختلف قسم کی من گھڑت رسمیں ہوتی ہیں۔

ولیمہ کیوں؟

جب آدمی اپنی مرضی کے مطابق اسلامی احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے نکاح کرتا ہے اور اس کو اس کی مرضی کے مطابق رفیقۂ حیات مل جاتی ہے اور اس کی ازدواجی زندگی کا سلسلہ شروع ہوجاتا ہے تو ایک طرح کا سکون اور سرور نصیب ہوتا ہے، ظاہر ہے کہ یہ سکون اور سرور اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے۔اس نعمت کا حق یہ ہے کہ اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا جائے اوراپنی مسرت اورشادمانی کا اظہار کیا جائے۔(واما بنعمة ربك فحدث) اسی مسرت کے اظہار کی عملی شکل ولیمہ ہے جب ولیمہ کیا جائے گا تو خود بخود اس کا اعلان واظہار ہوجائے گا کہ شادی کے اس رشتہ سے ہم کو اطمینان اور خوشی ہے اور ہم اس کو اللہ تعالیٰ کی قابلِ شکر نعمت سمجھتے ہیں اور ولیمہ دلہن اوراس کے گھر والوں کیلئے بھی بڑی خوشی اوراطمینان کا ذریعہ ہوگی اوراس سے ایک دوسرے کے درمیان تعلقات اورمحبت میں اضافہ بھی ہوگا۔ نبی رحمت ﷺ نے ولیمہ کا حکم بھی دیا ہے۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عبدالرحمٰن بن عوفؓ پر (یعنی ان کے کپڑوں پر) زردی کا کچھ اثر دیکھا تو ان سے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ انھوں نے عرض کیا کہ میں نے ایک عورت سے شادی کی ہے، کھجور کی گٹھلی کے وزن برابر سونے پر (یعنی اس کا مہر اتنا مقرر کیا ہے) آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تمہیں مبارک کرے۔ ولیمہ کی دعوت کرو اگر چہ پوری ایک بکری کر ڈالو۔ (بخاری ومسلم)۔

ایک اور روایت حضرت انسؓ سے ہی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے اپنی کسی بیوی کے نکاح پر ایسا ولیمہ نہیں کیا جیسا کہ حضرت زینب بنت جحشؓ کے نکاح کے موقع پر کیا کہ پوری ایک بکری پر ولیمہ کیا۔ (بخاری ومسلم)

جہاں ولیمہ کرنا مسنون ہے، وہیں ولیمہ کی دعوت کا قبول کرنا بھی مسنون ہے چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب کسی کو ولیمہ کی دعوت دی جائے تو اس کو چاہئے کہ دعوت قبول کرے اور شریک ہو۔ (بخاری ومسلم)

اس کا مطلب یہ ہے کہ جب ولیمہ کی دعوت سنت کے مطابق ہو اور شریعت کے حدود میں ہو اور کوئی خلاف شرع بات وہاں نہ ہو تو ولیمہ کی دعوت قبول کر لے، اور اگر ولیمۂ مسنون کے نام پر غیر مسنون بلکہ خلاف مسنون اعمال ہو رہے ہوں تو یہ درست نہیں کہ اس دعوت میں شرکت کی جائے۔ ولیمۂ مسنون کرنے والوں کو چاہئے کہ وہ اس دعوت میں غریبوں اور حاجت مندوں کو نظر انداز نہ کریں، جس ولیمہ میں صرف امیروں کو بلایا جائے، وہ کھانا بہت ہی برا کھانا ہے۔ نبی رحمت ﷺ نے اِرشاد فرمایا جس کے راوی حضرت ابو ہریرہؓ ہیں کہ اس ولیمہ کا کھانا برا کھانا ہے جس میں صرف امیروں کو بلایا جائے اور حاجت مندوں اور غریبوں کو چھوڑ دیا جائے اور جس نے دعوت کو (بلاوجہ شرعی) قبول نہ کیا تو اس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کے خلاف کیا۔

اگر کوئی شرعی رکاوٹ یا مجبوری نہ ہو تو دعوت قبول کر لینا چاہئے، اس لئے کہ دعوت قبول کر لینے سے دلوں میں جوڑ پیدا ہوتا ہے اور قبول نہ کرنے سے دلوں میں دوری اور بدگمانیاں پیدا ہوتی ہیں، اس لئے بلاوجہ دعوت کا قبول نہ کرنا اللہ اور رسول ﷺ کی مرضی اور حکم کے خلاف ہے۔

ولیمہ میں کوتاہیاں

آج کل لوگ ولیمہ کے دعوت ناموں میں ''ولیمہ مسنون'' کا یہ مبارک جملہ لکھ دیتے ہیں لیکن جب ولیمہ کی یہ تقریب منعقد ہوتی ہے تو وہاں مسنونہ کوئی چیز نظر نہیں آتی بلکہ وہ ولیمہ ''ماڈرن ولیمہ'' ہوتا ہے، جس میں فوٹوگرافی کے علاوہ ویڈیوگرافی بھی ہوتی ہے اور پھر اہتمام کے ساتھ دولہے میاں مقررہ وقت میں آنے کو اپنی شان کے خلاف تصور کرتے ہوئے حسب رواج تاخیر سے آتے ہیں اور آنے والے مہمانوں کو پریشانی میں مبتلا کرنے کو فخر محسوس کرتے ہیں۔ مومن کی شان یہ ہے کہ وہ مہمان کا اکرام کرے اور ولیمہ میں دولہا اور اس کے گھر والے میزبان ہوتے ہیں اور میزبان کو پہلے مستعد اور تیار رہنا چاہئے تا کہ وہ آنے والوں کا استقبال کر سکے اور ان کی وقت پر میزبانی کر سکے، لیکن معاملہ بالکل اُلٹا ہوتا ہے کہ مہمان پہلے حاضر رہتے ہیں اور دولہے میاں اور دولہے والے حسبِ معمول تاخیر سے آتے ہیں اور ایسے معلوم ہوتا ہے کہ مہمانوں کو ان میزبانوں کا استقبال کرنا ہے۔

آج کل دعوتوں میں تاخیر کا رواج عام ہوگیا ہے، وقت کی کوئی پابندی نہیں ہوتی اور پھر جب لوگوں کی بھیڑ ہوتی ہے تو مہمانوں کو مجمع میں اپنی ساری سلیقہ مندی کو چھوڑ کر گھسنا پڑتا ہے یا شریف بن کر خاموش ٹھہر جانا پڑتا ہے، ورنہ ایک ہی صورت باقی رہ جاتی ہے کہ کھائے بغیر آجائیں۔

ولیمہ کی دعوت میں خود ساختہ شرط بہت مہنگی ثابت ہوتی ہے وہ یہ کہ جب ولیمہ کی دعوت میں مدعو حضرات آجاتے ہیں اور کھانا بھی تیار رہتا ہے اور کسی قسم کی کوئی رکاوٹ مہمانوں کو دسترخوان پر بٹھانے کی نہیں رہتی جب بھی ایک شرط باقی رہتی ہے کہ ابھی دولہے میاں تشریف نہیں لائے، گویا دعوت کے شروع ہونے کیلئے دولہے میاں کی آمد ان کے نزدیک شرطِ اول ہے اور ان کی طرح سے "OK" کا بٹن دبائے بغیر دعوت شروع نہیں ہوسکتی، یہ ایسے تکلفات ہیں جن سے ہر ایک کو تکلیف ہوتی ہے۔

دعوتیں اور موجودہ فیشن

کھانا کھانے کے جو آداب احادیث میں مذکور ہیں وہی آداب چند آداب کے اضافے کے ساتھ دعوتوں کے موقع پر کھانے اور کھلانے کے بھی ہیں، کھانا کھانے کا مسنون طریقہ تو یہی ہے کہ

دسترخوان بچھا کر اور بیٹھ کر کھائیں، ماضی میں دعوتوں میں بھی یہی روایت رہی کہ بڑی بڑی دعوتوں میں بھی دسترخوان بچھا دیا جاتا تھا اور لوگ اطمینان سے مسنون طریقہ سے کھانا کھاتے تھے پھر میز کرسی پر کھانے کا رواج پیدا ہوگیا چلو! کسی قدر اس کی اجازت ضرورت کے درجہ میں دی جاسکتی ہے کہ کرسی پر ہی صحیح بیٹھ کر تو کھا رہے ہیں، لیکن پتہ نہیں جانوروں کے اوصاف موجودہ دور کے انسانوں کو کیوں محبوب اور پسندیدہ ہوگئے کہ جس طرح وہ کھڑے اور بیٹھے ہر حالت میں کھاتے ہیں ان کو اس کی کوئی تمیز نہیں ہوتی بالکل اسی طرح اب کھڑے ہو کر کھانے کا ایک فیشن انسانوں میں بھی مروج ہوگیا ہے، ٹیبل پر چیزیں رکھی ہوئی ہیں، لوگ بس کھڑے ہو کر کھا رہے ہیں بلاضرورت یہ فیشن ایجاد کرلیا گیا۔

اب اس فیشن نے مزید ترقی کی ہے اور اس فیشن کو ایک نیا نام بھی دے دیا گیا ہے جس کو ''بف سسٹم'' کہا جاتا ہے اور ہماری زبان میں ''بھکاری سسٹم'' کہا جاسکتا ہے، یعنی مختلف قسم کی چیزیں بالترتیب رکھی ہوئی ہیں اور کھانے کی ہر چیز پر ایک آدمی مقرر ہے اور مہمان ہر ایک کے سامنے جا کر اپنی مطلوبہ چیز کا نام لیتے ہیں یا ہاتھ پھیلاتے ہیں اور وہ ازراہ کرم وعنایت وہ چیز اس کے برتن میں ڈال دیتا ہے اور موصوف ہر در میں پہنچکر تھوڑا تھوڑا لے لے کر کھاتے ہیں، یہ موجودہ معاشرہ کا اعلیٰ ترین فیشن ہے جب کہ یہ مذہب اسلام کی نظر میں انتہائی گھٹیا اور گرا ہوا طریقہ ہے، اس قسم کے فیشن کے موجدین میزبانی کے آداب سے واقف نہیں ہیں کہ وہ مہمان کو خود کھلائیں اور اس کی مطلوبہ چیز مہمان تک پہنچائیں، یہ نہیں کہ یہ مہمان کو مجبور کریں کہ وہ اپنی مطلوبہ چیز پھر پھر کر حاصل کرے، اسلام نے مہمان کو عزت دی اور موجودہ فیشن نے مہمان کو ذلت کا یہ تحفہ دیا۔

چوتھی

شادی کے بعد بعض علاقوں میں چوتھی کا رواج ہے، رواج کے مطابق چوتھی کی ذمہ داری دلہن والوں پر ہوتی ہے، بعض مرتبہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ دولہے والے اور دلہن والے دونوں مل کر چوتھی کرتے ہیں، جس میں دونوں کا آدھا آدھا خرچ ہوتا ہے، ایسی صورت میں بہت

سے لوگ ولیمہ نہیں کرتے بلکہ چوتھی میں ولیمہ ضم کر دیتے ہیں۔ یہ بھیانک رسم ہے، شریعت سے اس رسم کا کوئی تعلق نہیں ہے، مسلمانوں کو ایسی چیزوں سے بچنا چاہئے تا کہ نکاح آسان رہے اور غریبوں کو اپنی لڑکیوں کے نکاح کرنے میں آسانی رہے اور یہ ساری رسمیں نام ونمود کیلئے ہوتی ہیں جن کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

چوتھی کے موقع پر ایک دوسرے پر رنگ اُرانے کی رسم بد بھی آج کل کئی علاقوں میں موجود ہے۔ یہ ہندوؤں کی رسم ہے اس لئے کہ ہولی کے موقع پر رنگوں سے کھیلنے کا مرض انہیں میں رائج ہے، پتہ نہیں یہ رسم کس طرح مسلمانوں میں آگئی۔ان جاہلانہ اور مشرکانہ رسوم و رواج کو چھوڑ دینا چاہئے۔ رنگ اُرانے میں مرد عورت، محرم نامحرم سب ایک جگہ ہوتے ہیں اور پردے کا کوئی اہتمام نہیں ہوتا، ظاہر ہے کہ اس سے بھی ہر قسم کے فتنے رونما ہو سکتے ہیں۔

جمعگی

بہت سے علاقوں میں جمعگی کا رواج ہے یعنی شادی کے بعد دولہے اور دلہن کی ہر جمع یا موقع کی مناسبت سے ہفتہ میں کسی بھی دن دعوت رشتہ داروں کے ہاں یا دلہن کے گھر میں یا دولہے کے گھر میں ہوتی ہے اور یہ سلسلہ چار یا پانچ جمعوں تک چلتا ہے، یہ بھی من گھڑت رسم ہے اس کا تعلق بھی شریعت سے نہیں ہے، اگر خوشی میں کوئی رشتہ دار دولہے اور دلہن کو کھانے پر مدعو کرے تو ظاہر ہے کہ اس میں کوئی قباحت نہیں ہے، لیکن اس کو لازم قرار دینا اور اس کی ایسی پابندی کرنا جیسے کوئی فرض چیز ہو اور اس کے نہ کرنے کو معیوب سمجھنا یہ بہت بری چیز ہے،، ایسی ہی رسموں کی وجہ سے نکاح آسان ہونے کے بجائے مشکل ہوتا ہے، اس قسم کی رسموں سے گریز کرنا چاہئے اور بچنا چاہئے۔ ہاں! نکاح ہو جانے کی خوشی میں رشتہ داروں کو اختیار ہے کہ وہ دولہے اور دلہن کی دعوت کریں، لیکن اس کو باقاعدہ رسم کی شکل نہیں دینی چاہئے۔

تَمَّتْ بِالْخَیْر